ماہنامہ الاحسان (جدید) دہلی

جلد نمبر:۱ جولائی ۲۰۲۵ء شمارہ:۷

ادارت

عبدالمعید مدنی

دارالہدی، چتلی قبر، دلی

فہرست

شرق اوسط کی جنگ

شرق اوسط زمانے سے آماجگاہ شر وفساد ہے۔ دنیا کے مغربی استعماری ڈاکو لیٹرے اور ٹھگ تقریباً ۱۰۰/سالوں سے خطے میں موجود ہیں۔ بروقت جنگ اکتوبر ۲۰۲۳ء سے چھڑی ہوئی ہے تقریباً پونے دوسال ہوگئے ہیں، مگر جنگ رکنے کا نام نہیں لیتی ہے۔ دراصل یہ ایک پیچیدہ بہت پرانا کنفلکٹ ہے۔ اس وقت اس کے بہت سے اسٹیک ہولڈر بن گئے ہیں، لیکن اصل مسئلہ یورپین وامریکہ ہیجمنی کا ہے۔ ایک طرف مغرب کا امپریل ازم خطے پر قائم ہے۔ یہ گروپ اس خطے کے معدنی ثروت پر ڈاکہ ڈالتا ہے اور چھوٹی چھوٹی امارتوں کو سکورٹی فراہم کرنے کے نام پر لوٹتا ہے۔ بلکہ ان کو لگزری لائف کا عادی بنادیا ہے۔ ان کی ساری ضرورتیں فراہم کرتا ہے۔ اس دور میں بھی ان کے پاس قوت فیصلہ نہیں ہے نہ خوداعتمادی ہے کہ اپنے مسائل خود حل کرسکیں۔ ویسے بھی مغربی استعماریوں کا رویہ عنادعیاری اور موامرت کا ہوتا ہے۔ جس کے پاس قوت ارادی نہ ہوانھیں جبر یہ معاہدوں میں ایسے پھنسا کے رکھتے ہیں جیسے مکڑی جال میں مکھیاں پھنسی رہتی ہیں۔

ان ظالموں نے اس خطے میں ایک دلال پال کر اور آباد کر کے رکھا ہے۔ مغربی استعمار نے اس جونک کو عربوں کا خون پلا کر اتنا فربہ بنادیا ہے کہ سب اس سے ڈرتے ہیں۔ ہاشمی گھرانے نے ایک صدی قبل عربوں اور فلسطینیوں کے ساتھ غداری شروع کی۔ ان کی غداریوں کے سبب فلسطین اور فلسطینی قضیہ دنیا کا مظلوم اور کمزورترین قضیہ بن گیا۔ ملک کی حیثیت سے فلسطین ضائع ہوگیا اور قوم کی حیثیت سے فلسطینی بے گھر اور بے وطن ہوگئے۔ پوری قوم خیمہ زن قوم بن گئی۔ اس کا سب کچھ لٹ گیا۔ بے شمار لڑائیاں ہوئیں لیکن یہ ساری لڑائیاں مسلم بمقابلہ صلیب وصہیون بن گئیں۔ صلیب صہیون، الحاد وکفر یک طرفہ غاصب صہیونیوں کی حمایت میں رہے۔ عربوں کو صلیب صہیون الحاد اور کفر سے غاصب اسرائیل کے ذریعہ اتنا زک اٹھانا پڑی کہ سب مجبور اور بے بس ہوگئے اور ظالم استعماریوں کے چرنوں میں گر گئے۔ ان کے پاس اسباب حیات بھی نہ تھے کہ ایک استعماری غاصب اور صلیب کے دلال سے لڑسکیں۔ سب تھک ہار کر اپنی اپنی دیکھنے لگے اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ فلسطین کو بلاشرط وقید غاصب صہیونی کے حوالے کرنے کے لئے تیار

ہو گئے۔ عملا تو بہت پہلے فلسطین اور فلسطینی اس کے حوالے ہو چکے تھے۔

غاصب صہیونی ریاست کو حالات نے اتنا مغرور بنا دیا تھا اور اندر سے اسے اتنی شہ ملی ہوئی تھی کہ اعلیٰ سے اعلیٰ سطح کے آقاؤں کے معاہدے اور مصالحات کو ادنی درجے کی اہمیت نہیں دیتا تھا۔ برطانوی انتداب کے وقفے سے لے کر اب تک ایک صدی کے وقفے میں اس نے کبھی کسی کی بات سنی ہی نہیں۔ یک طرفہ طور پر فلسطین اور فلسطینیوں پر اپنی من مانی چلاتا رہا اور پوری ڈھٹائی سے ان کے سارے حقوق سلب کرتا رہا۔

یہ ظلم وستم دیکھتے دیکھتے سہتے سہتے چار پانچ نسلیں بیت گئیں۔ ۶۷ اور ۷۳ کی جنگوں کے بعد کی نسلوں نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا۔ معاہدوں، مصالحتوں، خودسپردگیوں، تخاذل، تدابر، مقاومت سب دیکھ لیا۔ اپنوں اور غیروں کی بے گانگیوں کی تلخیاں جھلیں۔ جتنے قومی وطنی عربی نخوت کے دعوی دار تھے جتنے بے دین کمونسٹ ملحد تھے سارے بت گر گئے۔ سارے تجربے ہوئے لیکن کامیابی نہ ملی آٹھویں دہائی کے اخیر مین ایک تجربہ اور ہوا حماس کا۔ انھوں نے غزہ میں اپنی حکومت قائم کر لی اور اس وقت سے برابر ان کا ٹکراؤ زینسٹ رجیم سے رہنے لگا تین دہائیوں سے برابر ''حماس'' لائم لائٹ میں ہے۔

فلسطینیوں نے ویسٹ بینک اور غزہ پٹی میں تصادم وتصالح کے بہت سے محاولات دیکھے۔ انھوں نے دیکھا کہ پوری عرب دنیا ساری بھاگ دوڑ کے باوجود، ساری خواہشوں اور نیک تمناؤں کے باوجود ان کے لئے کچھ نہ کر سکی۔ زیادہ سے زیادہ قراردادیں اور ریلیف کے سامان اور بس بسا اوقات ان کی تعلیم علاج شلٹر اور روزگار کے گارنیٹر، لیکن فلسطین کا فلسطینیوں کا اور بیت المقدس تیسری مقدس عبادت گاہ کے مسئلے کا حل نہ نکل سکا۔ اور جس طرح کی حالت ہے کسی کے بس کی بات نہیں کہ حل نکال سکے۔

بات سیدھی سی ہے اسرائیل کے جو آقا ہیں وہی عربوں کے بھی آقا ہیں۔ اسرائیل چہیتا ہے۔ ناجائز اولاد ہے صلیبیوں ملحدوں کا، پالتے ہیں اسے اور یہ سب عربوں کے آقا انھیں لوٹنے کھانے ڈرانے دھمکانے کے لئے ہیں۔ جب ایک اہم، قضیہ کے دو فریق ہیں اور دونوں کے ایک ہی آقا ہیں صہیونیوں کی ریاست کے لئے سارے صلیبی مخلص دوست ہیں اور عربوں کے

لئے آقا ہیں آقائیت قائم کرنے کے لئے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ صلیبی آقا صہیونیت کے مائی باپ اپنے صہیونی ناجائز بچے کو چھوڑ کر عرب سبجکٹوں کو لائق عنایت سمجھیں گے۔

اصل مسئلہ اس وقت جیو پولیٹکل، اور جیوا کنامک بنا ہوا ہے یا صلیبیت صہونیت بمقابلہ اسلام بنا ہوا ہے۔ اسی پوائنٹ سے اس وقت دنیا کے مسلمانوں کے سارے مسائل دیکھے جاتے ہیں۔ یہاں نہ حق چلتا ہے نہ انصاف کو کوئی پوچھتا ہے۔ قضیہ فلسطین اس پس منظر میں ایک ناقابل توجہ مسئلہ بنا ہوا ہے۔ اور ہر ممکن کوشش استعماریوں کی یہی ہوتی ہے کہ اسے ڈیڈ میٹر بنا دیں۔ جیو پولیٹکس اور جیوا کنامی سچویشن میں دولت اور جبر کا بول بالا ہوتا ہے۔

فلسطینیوں کی ساری جدوجہد خاص کر حماس اور ان کے ہم خیال فلسطینیوں کی یہی ہے کہ اس قضیے کو اسلامی اور فلسطینی بنا کر رکھیں۔ ان کی اس جدوجہد میں ان کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں ہے حماس اور ان کے ہم خیال لوگوں کی اس جدوجہد میں ان کا ساتھ دینے کے لئے ایران ہاتھ بڑھاتا ہے۔ ایران میں آیات انقلاب آنے کے بعد ان کی زندگی اس میں ہے کہ ہر شئے میں اسلام کا لاحقہ لگائیں۔ ایران نے جس نہج پر آیات ایران کی بنا رکھی ہے وہ اثنا عشری دین ہے اور ولایت فقیہ کی قیادت ہے ۴۶ سالوں سے ایران اسی نظریہ کے ساتھ جیتا ہے۔

اس کے برعکس سارے عرب مغربی استعماریوں کے استعماری نظریے جیو پولیٹکل اور جیو اکنامی کو اپنا چکے ہیں۔ اس کے بعد ان کے لئے استعماریوں کے گرداب میں رہنے کی مجبوری ہے یا ان کی گردش میں چلنا ہے۔ سب کچھ ہونے کے باوجود اقتدار و اختیار کھونے کے بعد عربوں کے پاس بس اتنا رہ جاتا ہے کہ فلسطین قضیے کو خیرات دے سکیں اور بس یا حالات کے ہم آہنگ آقاؤں سے سفارش کر کے کچھ امن وسکون کی بھیک دے سکیں یا دلوا سکیں۔

دوسری طرف ایک صلیبی بغل بچے کی یہ جرأت ہے کہ تمام عرب ممالک ہی نہیں مسلم ممالک اور مسلم سماج کے لئے چیلنج بنا ہوا ہے۔ موجودہ ظروف میں بیدار عوام جمہوریت پسند اور انصاف پسند لوگ فلسطین کے لئے اور فلسطینیوں کے لئے آواز اٹھاتے ہیں۔ لیکن ان صداؤں میں کتنا دم ہے؟ جب حق بجق دادرسید کے لئے ایکشن نہ ہو اور ارباب اقتدار خود لٹیرے ہوں پھر حقدار کو حق کہاں مل سکتا ہے؟ تھکنے ہارنے کے سوا ان کو کچھ نہیں ملتا ہے۔

حماس اوران کے ہم خیالوں کا فلسطینی قضیے کو عربی و اسلامی قضیہ مان کر چلنا اوراس کے لئے جدو جہد کرنا ان کی زندگی ہے اور موت وحیات کی کشمکش کی زندگی ہے ورنہ سارا قضیہ زائیو جیو پولیٹکل بن جائے گا ویسٹ بینک کا حال سامنے ہے۔وہاں بھی یہی سوچ بن چکی ہے فلسطین اتھارٹی بس نام کی ہے استعمار کا دم چھلہ۔

انصاف پسندوں کی اکثریت خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم فلسطینیوں کے قضیے کو صحیح انگل سے دیکھتی ہے اوران کے حق کو تسلیم کرتی ہے حتی کہ ملحد زائینسٹوں کے برخلاف یہودی بھی ان کے حق میں آواز اٹھاتے ہیں۔دنیا کے سب سے بدترین لوگ جو فلسطین کے حق کو یا حماس فلسطین کو تسلیم نہیں کرتے ہیں وہ بھگوا دھاری ہندتو والے ہیں،صہیونی غاصب ہیں۔متعصب صلیبی ہیں ان کی اسلام دشمنی مسلم دشمنی عیاں ہے۔یہ انسان نما جانور اور وحشی ہیں۔اور انھیں کی صف میں منہجی سلفی ہیں۔ان حضرات کے پاس انھیں دیکھنے کے لئے بس ایک ہی آنکھ ہے۔کیوں رافضیوں سے ان کا تعلق ہے؟ دراصل حقیقت یہ ہے کہ جس سیناریو میں سارے فلسطینی ہیں ان کے لیے جیو پولیٹکل،جیوا کنامک سندربھ میں کوئی جگہ ہی نہیں ہے۔وہ چاہیں نہ چاہیں ان کی جگہ وہیں بنتی ہے جہاں ایران کھڑا ہے۔جن اساس پر ایران کھڑا ہے وہ اپنی ایک رافضی شناخت رکھتا ہے خواہ وہ ہمارے نزدیک کیسا بھی ہو۔حماس اور اکثر فلسطینی اب حماس ہی ہیں اور دیگر فلسطینی جھتے بھی یہی شناخت رکھتے ہیں فلسطین اور عربی کا۔یہی شناخت مغرب کی شناخت سے انھیں جدا کرتی ہے۔مغرب تو گلوبل دنیا میں جیو پولیٹکل اور جیوا کنامک کی شناخت کے تحت دونوں ایران اور فلسطین کو کھا جانے کے لگار پر رہتے ہیں۔

موجودہ وقت میں فلسطین کے لئے ایران کے سوا دوسرا کوئی بدل نہیں ہے۔ایران بالکل اسرائیل کی طرح ہے۔اس کی طبیعت ومزاج کا سب کو پتہ ہے لیکن حالات نے انھیں ایک ساتھ کھڑا کر دیا جب اپنے کنارے ہو گئے تو دشمن کا وقتی سہارا ہی سہی۔گو یہ زمہریری حالت ہی کیوں نہ ہو۔موجودہ طرز زندگی میں جہاں سلب حقوق ایک سناٹا بن جاتا ہے اوراس پر جیو پولیٹکس اور جیو اکنامی کی بنیاد قائم ہو جاتی ہے۔فلسطینی ایسے حالات میں کہاں ٹک سکتے ہیں۔فلسطینی ریاست اسی وجہ سے نہیں قائم ہو پاتی ہے۔شرق وغرب کا فلسطین ریاست کا نعرہ سیاسی منافقت کے سوا

کچھ نہیں ہے۔اور وہ تمام لوگ جو فلسطین یا حماس کے لئے خواب پریشان بھی نہیں رکھتے بجز ان کی مذمت اور ان کی جان مال وطن کو ھدر بنانے کے کیا کر سکتے ہیں پھر بھی ان کے لئے دودھ وشہد کی نہریں بہانا چاہتے ہیں۔اس وقت کی دنیا میں ان کی غلطیاں بھگوائیوں صہیونیوں اور صلیبیوں سے زیادہ بھیانک ہیں۔یہ صرف فتویٰ گیری اور فتوی بازی کا کام کرتے ہیں۔ان کی توہین کرتے ہیں۔ان کا مذاق بناتے ہیں۔ان کی جان مال اور آبرو کو ہدر بناتے ہیں۔اگر کسی کو کسی قضیے کا ہمہ جہتی پہلو سمجھ میں نہیں آتا، تو خاموشی بہتر ہے۔اگر ان کا محاسبہ اس بنیاد پر ہوتا ہے کہ فلسطینی یا حماسی فلسطینی ایران کے ساتھ گہرا تعامل رکھتے ہیں تو ان لوگوں کا محاسبہ کیوں نہیں ہوتا، جو صلیبیوں،صہیونیوں ہندتو دیوانوں سے تعامل رکھتے ہیں۔ان کی ہلاکت خیزیاں حجم میں ملالی ایران کی ہلاکت خیزیوں سے ہزاروں گنا بڑی ہیں اور برابر ان کی ہلاکت خیزیاں جاری رہتی ہیں۔کیا جنگل راج کے سوا،کسی مہذب دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ جس کے ساتھ تعامل حرام سمجھ لیا جائے ان کی جان مال عزت سب ھدر رہے۔

موجودہ جنگ ہی کو دیکھ لیں۔غزہ کھنڈر بن گیا اور ویسٹ بینک بھی کھنڈر نما ہے۔یورپ امریکہ یا ناٹو نے اسرائیل کے ساتھ نہتے فلسطین بچوں کو نہیں چھوڑا۔اسپتال میں بستروں پر مریضوں کو ماردیا،ہسپتال کھود ڈالے گئے راشن لینے کے لئے لائن میں کھڑے فلسطینیوں عورتوں مردوں اور بچوں کو ماردیا گیا۔پوری تاریخ انسانی میں ایسی بہیمیت کی مثال نہیں ملتی۔مگر مسلکی تشدد کا یہ عالم ہے کہ حماس مجرم فلسطین مجرم، بچے بوڑھے مجرم، کیوں؟ پہل کیوں کیا جنگ میں کیوں ایران سے تعلق ہے۔جنھوں نے ان کی مدد میں کبھی ایک دھیلا نہیں دیا ہوگا اور ان کی تباہی پر ایک آنسو بھی نہیں بہایا ہوگا وہ بھی دین کے شیخ الاسلام بنے گھومتے ہیں۔فلسطینی حماس اگر کافر ہوتے تب بھی اس مظلومیت اور تباہی کے موقع پر ہمدردی کے مستحق ہیں اور جو ایسی حالت میں ان کو زیرو بنانے کے لئے سودائی بنے پھرتے ہیں ان کو انسان نہیں جانور ماننا چاہیے۔درندہ ماننا چاہیے۔ایسے تمام لوگوں کو شر ماننا چاہیے ان کی جگہ بھگوائیوں صہیونیوں اور متعصب صلیبیوں کی صف میں بنتی ہے۔

موجودہ جنگ جو حماس فلسطین اور اسرائیل کے درمیان چھڑی۔اس میں اقدام غزہ والوں

نے کیا تھا۔ان کے اوپر کیا بیتی ہے اور وہ کس قدر اذیت کی زندگی گذارتے ہیں۔انھیں اس سے نکلنے کے لئے ہر جائز تدبیر کرنے کا حق ہے وہ صاحب الامر ہیں وہ اپنے حالات ہم سے زیادہ اچھی طرح جانتے ہیں۔صاحب البیت اوری بما فیہ۔انھوں نے جس طرح بہادری سے جنگ لڑی اور جس طرح ان کے ساتھ ایران اور اس کے پروکسیز کھڑے رہے انھوں نے شرق اوسط میں پبلک میں اپنا مقام بنالیا ہے اور دوسروں کے حصے میں صرف گالیاں آئی ہیں۔

غزہ والوں کی زندگی میں یہ آپدا اور بلا کوئی نئی نہیں ہے۔۲۰۰۲ء سے ان کے ساتھ یہ ہورہا ہے۔ان کی قیادتوں کا قتل ہوتا رہا ان کے بچوں بوڑھوں کا قتل ہوتا رہا ہے۔وہ اپنی ساری صلاحیتوں کے ساتھ اپنے وطن کی بازیابی، دین وامت کی حفاظت کے لئے برابر کوشاں ہیں۔یہی ان کے لئے کیا کم ہے؟ جہاد اور مقاومت میں ظالم ایسا کرتے ہیں ظالم کے ظلم وتعدی سے اور غلبے سے مقاومت اور جہاد کی اہمیت کم تو نہیں ہوسکتی ہے؟

انسان سماج میں رہتا ہے تو ہر قسم کے لوگوں سے متعدد قسم کا تعامل ہوتا ہے۔دوست کے ساتھ تعامل، دشمن کے ساتھ تعامل ۔اسلامی تعامل ناحق اور باطل کے ساتھ براء کا ہے؟ مان لیا جائے حماس کے ساتھ آپ کا تعلق براء کا ہے تو کیا یہ جائز ہے کہ ان کی جان ان کے وجود کو ہدر مان لیا جائے بچوں بوڑھوں معذوروں، مجبوروں جنین کے ساتھ دشمنی کر لی جائے۔ان کے قتل پر خوشی کا اظہار کیا جائے؟ اگر کسی کی یہ حالت ہو اور یہ ذہن بن چکا ہو تو اسے انسان نہیں جانور ہونا چاہیے۔کافر دشمن کی ناحق جان جانے ، بے عزت ہونے ، اور اس کے حقوق ظالم کے ذریعے سلب ہونے پر انسانیت کا تقاضا ہے کہ آدمی کو درد محسوس ہونا چاہیے۔اگر اس کے اندر جدل ومناظرت کا زہر بھرا ہے اور ایسے حالات میں اسے مسرت محسوس ہوتی ہے تو اسے انسان ہونے کا حق نہیں ہے۔دشمنی اور نفرت میں ناحق حقوق خمسہ کا اتلاف نہیں ہوسکتا ہے ارشاد ہے۔

يَـا أَيُّهَـا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ لِلّهِ شُهَدَاء بِالْقِسْطِ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَـوْمٍ عَـلَـى أَلاَّ تَـعْـدِلُـواْ اعْـدِلُـواْ هُـوَ أَقْـرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُون (المائدہ:۸)

دشمن کے ہاتھ سے مظلوما ایک مسلمان مارا جائے اس کا شمار شہادت میں ہوگا۔اور جس

اسٹرائیجی کے تحت جنگ لڑی گئی تھی ابھی اس کا انجام دیکھنا باقی ہے اور دیدہ عبرت ہو تو دیکھ لیں ابابیل کے ذریعہ لشکر ابرہہ ہلاک ہوجاتا ہے۔فرعون کو کتنی آیات الٰہی کا سامنا کرنا پڑا۔ایران جیسا بھی ہو لیکن ابھی زائنسٹ کو سزا ملی جس طرح غزہ کھنڈر ہوا سرائیل بھی کھنڈر بن گیا۔ابھی ابتدا ہے،مخلصین کی آمد ہوگی تو ہر یہودی مار کھائے گا اور فنا ہوگا اور فلسطین میں اسلامی حکومت قائم ہوگی۔جولوگ استعماریوں کی صف مین ہیں ان کے نظریئے جیو پولیٹکس اور جیوا کنامی کے جبر کے تحت ابنتے ہیں اور ایسی زندگی بنتی ہے جو غلامی کی زندگی کے برابر ہے۔ابھی امیر کی غنڈہ آیا ساڑھے تین کھرب تین عرب ملک سے بٹور لے گیا۔اسے کیا کہیں۔کیا استعمار کی غلامی کی ایک شکل نہیں ہے۔

وقت کے کاروان میں فلسطین اور ایران شامل ہو گئے ہیں۔ان کا شامل ہونا جیو پولیٹکس اور جیوا کنامی کا ردعمل ہے یا ہر ایک کی اپنی کورس آف لائف کا تقاضا ہے۔جن لوگوں نے استعمار کی غلامی کو ترجیح دے رکھی ہے ان کے لئے اندھ بھکت باتیں بنائیں۔یہی ان کا لفظی انجام ہے۔

خوداعتمادی،فیصلہ کرنے کی قومی ملکی مفاد میں ذاتی طاقت عین مطلوب ہے شرعا بھی اور انسانیت کے تقاضے کے مطابق بھی۔اگر انتخاب زمہریری حیات ہو یا اس کے پیچھے بھاگنا تو پھر زندگی اپنی وقعت کھودیتی ہے۔تخت طاؤس پر بیٹھ کر بھی انسان بے دست و پا رہتا ہے۔

موجودہ حالات میں کسی پیچیدہ تر مسئلے فلسطین جیسے قضیے کو صرف فتوی کے انگل سے دیکھیں گے تو کسی کو نہیں بچا پائیں گے۔سب کے سر قلم کرنا ہوگا اور اپنا سر بھی قلم کرلیں گے۔بے شک یہ طے ہے کہ رافضیت کی اہل سنت دشمنی بہت خطرناک ہے بالکل رافضیت کی اساس ہے۔لیکن کیا سیاسی وملکی سطح پر ان سے تعامل نہیں ہوسکتا۔دشمن سے بھی اسٹیٹ لیول کے سیاسی تعلقات ہوسکتے ہیں۔اگر دوسروں کے سیاسی تعلقات ایران سے ہوسکتے ہیں تو حماس اور فلسطین کا تعلق ان سے کیوں نہیں ہوسکتا۔ٹھیک ہے حماس کا ایران سے تعلق حرام قرار دیدیں لیکن اس کا بدل تو دیں کوئی بدل تو ہے نہیں سب نے ہاتھ جھاڑ لیا ہے بس خیالی طور پر ان کے لئے شہد اور دودھ کی نہریں بہا رہے ہیں۔اگر بدل نہیں دیا جاسکتا ہے تو کیا یہی نہیں رہ جاتا ہے کہ بے دست و پا انھیں بھیڑیا دشمن کے حوالہ کردیں لڑ کے مر بھی نہیں سکتے فتوی بازی کا مطلب یہی ہوا۔فتوی بازی نہ ہوئی،

مذاق ہو گیا سفا کیت کا تماشا لگایا جا رہا ہے۔
یہ بھی صحیح ہے کہ فلسطینیوں کا ایران سے تعلق نہیں ہونا چاہیے۔لیکن یہ کیا کہ ایران سے تعلق کی بنیاد پر ان کو زیرو مان لیا جائے۔ان سے جینے کا حق چھین لیا جائے۔ان کی مظلومیت کا مذاق اڑایا جائے۔ان کی تباہی پر مسرت کا اظہار کیا جائے۔آرام گاہوں پر بیٹھ کر ان کی تحمیق و تفسیق کی جائے۔ ایسے فتویٰ بازوں کو بھی دیکھ رہے ہیں کہ ذاتی مفادات میں ننگے ہو جاتے ہیں اور مفادات کے تحفظ کے لئے ہر بارگاہ میں سجدہ ریزی کے لئے تیار۔کیا کیا تماشے ہوتے ہیں۔کم دماغوں بے عقلوں بے خبروں لکیر کے فقیروں کی تو بات ہی جانے دیں۔
فتوی بازی کا عجب مذاق ہے توجیہ، ترشید تفہیم تعذیر کے بجائے برانڈنگ ہوتی ہے اور ہر کہہ دمہ اپنا فتوی لئے اچھلتا پھرتا ہے۔امت کے زخموں کا حساب رکھنے کے بجائے فتوؤں کا نمک رگڑنا کہاں کی عقل مندی ہے۔داغہائے تن پر پنبہ رکھنے کے بجائے نمک پاشی کرنا کون سا دینی کام ہے۔کافر مظلوم ننگا بھوکا بھی ترحم کا خواستگار ہوتا ہے اور اس پر بھی کرم ہوتا ہے۔اگر اپنے ان حالات سے گذریں تو ان سے منہ موڑنا اور تخاذل اختیار کرنا صہیونیوں صلیبیوں کی صف میں غیر شعوری طور پر جا کھڑا ہونا کہاں کی عقل مندی ہے؟
چلو مان لیا دونوں ایک سے بڑھ کر ایک خطرناک۔اسرائیل کی مزعومہ طاقت کی اساس پر شرق اوسط میں اس کی غنڈہ گردی عیاں ہے مان لیا اگر اس وقت صہیونی گر جائے اور ایران کو تغلب مل جائے تو کون اس وسوسے سے بچ سکتا ہے کہ ایران رافضیت اپنے پروکسیز کے ساتھ اسرائیل سے زیادہ خطرناک ہو سکتی ہے۔اس کے مشاہد ہے جب جو صدیوں سے ہو رہے ہیں۔مان لیں اگر دونوں بت گر جائیں تو کیا شرق اوسط سے غنڈہ گردی ختم ہو جائے گی۔خود تو کمزور ہیں کوئی تیسرا ظالم آ سکتا ہے مثال کے طور پر ترکی۔دنیا نے دیکھ لیا وہ لائق بھروسہ ہے؟ کوئی ایک پہلو ہمارے حق میں تو نہیں ہے محض ہمارے ضعف یا غرب کے سامنے جبیں سائی کے سبب کسی حالت میں اہل سنت اور فلسطینیوں کو قرار نہیں۔جب تک اہل سنت کا شرق اوسط میں مضبوط بیس اور مضبوط قیادت نہیں ابھرتی۔مصیبتیں ختم نہ ہوں گی۔مصر اور سعودی عرب خطے میں اہل سنت کی بیس بن سکتے ہیں اور ان کی قیادت ابھر سکتی ہے لیکن ان کے اندر قوت ارادی اتنی کم

ہے کہ ان کی قائدانہ پہچان بن ہی نہیں پاتی ہے۔ ان سے زیادہ قیادت کا جوہر تو قطر کے نظر آتا ہے لیکن اس کا جیوپولیٹکل بیس انتہائی کمزور ہے اور اس کا حجم نہایت مختصر۔ جب تک خطے کا زمام قیادت اہل سنت کے ہاتھ میں نہیں آتا۔ صلیب صہیون اور رافضیت کے درمیان قیادت کی کشمکش جاری رہے گی اور فلسطین قضیہ دینی شناخت دریافت کرنے میں لگا رہے گا۔

کچھ لوگ ابھی صفقۃ القرن کے خواب اور افسانے میں الجھے ہوئے ہیں۔ یہ محض ایک افسانہ تھا اور فلسطین پر مکمل قبضہ کرنے کی سازش تھی۔ ٹرمپ کی صدارت اولی میں اسے عربوں نے مسترد کر دیا تھا اور وہ بھی محض ایک دیوانے کی بڑتھی موجودہ چھچھند رصدر ٹرمپ سے قبل چار بار فلسطینی ریاست کے قیام کے لئے معاہدے اور مصالحتیں ہوئیں لیکن سب حبر علی الورق۔ لیکن خام خیالی کی دنیا میں اب بھی صفقۃ القرن سے فلسطینیوں کے لئے دودھ اور شہد کی نہریں بہاتی جارہی ہیں اور بڑا گمان یہ پلا ہوا ہے کہ سعودی عرب یہ چمتکار کر دکھائے گا حالانکہ سعودی عرب نے صنفۃ القرن کی تفصیلات جان کر اسے پہلے رد کر چکا ہے۔

کسی طرف حق کے لئے نہ امید کی کرن ہے۔ نہ اعتبار کی بنیاد ہے ہر طرف دھند ہی دھند ہے۔ مظلوموں کے لئے کبھی وقتی دلجوئی کی بات ہو جاتی ہے اور بس۔ بروقت یہی کل کہانی ہے۔ آئیڈیوں کا سورج طلوع ہوتا ہے اور اس میں گرہن لگ جاتا ہے۔ مفادات اور منافقت کی راہ ہے انصاف اور سچائی سے کسی کو دلچسپی نہیں۔ وحشیوں کے جنگل میں فلسطینی آباد ہیں جن کی قدر و قیمت کیڑوں مکوڑوں سے کم بنادی گئی ہے۔ خود وہ فرسٹریشن کے شکار ہیں یا اس حالات کے دھارے میں ہیں اور ان لہروں میں پھنسے ہیں ان کی کشتی کبھی اس لہر کے حوالے اور کبھی اس لہر کے حوالے ان کی بے بسی اور نسل کشی کی حالت پر جتنی لوگ بھی خندان کناں ہیں۔ وقت ہے دست دعا اٹھانے کا، ان کی مظلومیت پر رحم کھانے کا، ان کی بے بسی پر آنسو بہانے ان کی مدد کرنے کا، ان کی مجبوریوں کو سمجھنے کا، مگر اجتہاد کیا جاتا ہے انھیں سب وشتم کے لئے اور مطرود قرار دینے کے لئے۔ یہی ایک قضیہ فیصلہ کر دیتا ہے کہ جب فرد سیت وسد وسیت انگڑائی لیتی ہے تو قلم سے لہو بہنے لگتا ہے اور دل پتھرا جاتے ہیں۔ واللہ ارحم الراحمین

☆☆☆

تفسیر سورۃ البقرہ

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلائِكَةِ اسْجُدُواْ لآدَمَ فَسَجَدُواْ إِلاَّ إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ. (۳۴)

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کوعلمی امتیاز سے سرفراز فرمادیا اور نوری و ناری مخلوق سے اس کا اعتراف کروالیا۔اس پر عملی مہر لگوادی حکم دیا کہ ساری نوری ناری مخلوق آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ بجالائے۔فرشتوں نے اپنی فطرت کے مطابق حکم الٰہی کی تعمیل کی اور آدم کے لئے سجدہ ریز ہو گئے۔عالم بالا میں رب کریم کے حکم سے یہ واقعہ رونما ہوا۔اس کے وقوع کا وقت بھی تھا اور جگہ بھی تھی۔انسان محدودیت کا شکار ہے یہی اس کی خاصیت ہے۔جب وہ اپنی حد میں ہوتا ہے اور اس کی نسبت ظرف یا زمان سے جوڑی جائے تو اسے فوراً تنبہ ہوجاتا ہے اس کی توجہ اور شعوری صلاحیت بیدار ہوجاتی ہے۔یہ عظیم واقعہ عالم بالا میں رونما ہوا اور کائنات بشری کی ابتداء خلق کے اولین مرحلے میں۔واقعہ نہایت عظیم تھا خاکی مخلوق کا مقام ومنصب اور مسئولیت طے ہورہی تھی اور قیامت تک ہر بشر کے معالم منتہی اور انجام طے ہورہے تھے۔

علم کل کا کل اللہ کا ہے اور انسان کو علم الٰہی سے اتنا ہی ملا ہے جتنا وہ اس کو حاصل ہوسکے سمجھ سکے۔اس کا ظرف وضمیر اس کا سہن کرسکے۔''علم الاسماء'' کا آدم کو اس نے اعزاز بخشا اور جن کا علم کسی کو نہ تھا صرف اللہ تعالیٰ کو تھا وہ خاص علم اللہ نے آدم علیہ السلام کو عطا کیا۔علم خاص کے مقابلے مین مرتبہ خاص ہے مرتبہ خاص سے یہ طے ہوا کہ نوری اور ناری مخلوق ان کی شان امتیاز کو تسلیم کریں۔اس کے لئے اس نے دونوں مخلوقات کو حکم دیا کہ اسے سجدہ کریں۔امر سجدہ عالم بالا میں بارگاہ الٰہی میں موجود دونوں مخلوق پر لاگو ہوا۔سجدہ کیا ہے۔''**وضع الجبهة على الارض خضوعا وتسليما** '' یہ عمل صرف اللہ تعالیٰ کے لئے جائز ہے دوسروں کے لئے جائز نہیں۔انسانی پیشانی جب خاک آلود ہوتی ہے تو اس کے ساتھ خضوع وتسلیم لگ جاتا ہے۔انسان سب سے معزز مخلوق ہے اس لئے اس کا یہ کام ''عزیز حکیم'' کے لئے خاص ہوا۔کسی دوسرے کے لئے روا نہیں۔سجدہ سجدہ ہوتا ہے۔اس کے ساتھ قدوم وتحیت کا جوڑ صرف انسانی ذہن کی چالاکی ہے

اوربس۔سجدہ میں جب پیشانی زمین سے چپک گئی تو اس کے ساتھ تسلیم وخضوع آہی جاتا ہے۔ یہ عمل چاہے جس حالت میں سرزد ہو، کفر کی حالت میں ہو، نفاق کی حالت میں ہو، طہارت یا ناپاکی کی حالت میں ہو، عمل سجدہ مانا جاتا ہے اور ناروا ہوتا ہے۔اور جب اللہ کے لئے ہو کسی حالت میں ہو تو روا ہوتا ہے لیکن جب نیت حسن ہو اور دل کے خضوع کے ساتھ ہو اور معبود کی عظمت کو دل تسلیم کرلے تو وہی سب سے بڑا عمل بن جاتا ہے۔

علم غیب جس طرح اللہ کے ساتھ خاص ہے۔انسان کے لئے یا کسی مخلوق کے لئے غیب کے علم کا عقیدہ پال لیا جائے شرک بن جاتا ہے لیکن اگر غیب کا کوئی حصہ اللہ اپنے کسی بندے کو عطا کردے تو وہ اس کا حامل بن جاتا ہے اس کے لئے وجہ شرف بن جاتا ہے۔اسی طرح سجدہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے وہی اس کا مالک ہے اور اگر وہی سجدے کو اپنے کسی بندے کے لئے چند لمحوں کے لئے روا کردے بلکہ مخلوقات سے اس کے لئے سجدہ کروائے تو اس کا یہی حکم جو اس کی رضا اور حکم کے بغیر شرک بن جاتا ہے ایسے بندے کے حق میں عبادت بنا دیتا ہے۔جس کا جو مالک کلی ہو اسے اختیار ہے جس طرح چاہے اپنے ممتلکات میں تصرف کرے۔

اللہ کا حکم خاص ہوا ''**اسجدوا**'' ''**فسجدوا**'' کے ذریعہ حکم کی تعمیل ہوئی اور جب کہا ''**لا تسجدوا**'' (فصلت:۳۷) غیر اللہ کے لئے ممانعت ہوگئی۔حکم الٰہی سے ایک ہی شئی عبادت اور نہی الٰہی سے ایک ہی شئی شرک۔اسی طرح کا سجدہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے تھا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم خاص سے اپنے لئے عمل خاص کو لمحوں کے لئے اپنے کسی بندے کے لئے روا کردیا۔روا ہوگیا اور اس لمحے کے بعد حکم علی حالہ برقرار رہا۔

فرشتے سجدہ بجالائے ''**لایعصون اللہ ما امرھم ، ویفعلون ما یومرون** '' ان کی صفت ہے اوامر الٰہی کی تنفیذ ان کا کام ہے۔

(**الا ابلیس**) امر الٰہی کی بجا آوری ہوئی، سجدہ گزاری سے استثناء کا عمل ابلیس کا تھا۔اس نے آدم علیہ السلام کے لئے سجدہ سے انکار کردیا۔ابلیس کی طبیعت میں رحمت الٰہی سے یاس موجود تھی۔ابا بھی اس نے اپنے اندر پال رکھا تھا اسے اپنی ناری خلقت پر غرور بھی تھا، عدم سجدہ گزاری کے یہ تین تین اسباب اس کے پاس موجود تھے۔حسب باب الاختیار ان تینوں اسباب

نے اپنا کام کیا وہ اس لائق نہ رہا کہ خوئے تسلیم ورضا اور تواضع اختیار کرے۔ وہ عظمت الٰہی، تقدس ملائکہ اور امتیاز بشر سب سے گذر گیا۔ جب مخلوق اختیاری تسلیم واطاعت اور تواضع نہیں اختیار کرتی تو اس کی ڈور دین سے کٹ جاتی ہے اور وہ بلا انجام کٹی پتنگ بن جاتا ہے۔

خلق آدم سے قبل ابلیس کا فرشتوں سے خلا ملا تھا اور انھیں کی طرح بظاہر تھا اور انھیں میں محسوب تھا لیکن تھا وہ کافر ہی۔ جب موقع آیا تو اس کا اصلی رنگ نمایاں ہوگیا۔ ''**کان من الجن ففسق عن امر ربہ**'' (الکہف:۵۶) ناری خلقت کی شناخت بھی طے ہوگئی غرور، رحمت الٰہی سے یاس ومحرومی، کفر واستکبار انھیں صفات کا حامل بن کر اس نے اپنی تضلیل کا مشن شروع کیا اور دنیا میں آخری دن تک اس کا یہ عمل جاری رہے گا یہاں اس کی شناخت کے چاروں اوصاف سیئہ مذکور ہیں۔ سورہ ص آیت ۷۴ سورہ الحجر آیت ۳۱ میں اس کی رحمت الٰہی سے مایوسی اور کفر واستکبار کا ذکر ہے سورہ طہ (۱۱۶) میں اس کے ابا اور یاس کا ذکر ہے۔

(**کان من الکافرین**) ابلیس فرشتوں کی جماعت میں گھسا ہوا تھا اصلا وہ کافر تھا۔ کان کا مطلب یہاں یہ نہیں ہے کہ پہلے سے ہی وہ اللہ کے علم میں کافر تھا۔ کان عمل ماضی پر ہر جگہ دلالت نہیں کرتا۔ کان تحقق اور تثبت کے لئے بھی آتا ہے پہلے جو بھی رہا ہو لیکن یہاں کان تحقق اور تثبت کے معنی کا حامل ہے یعنی اس کے اباء وستکبار سے یہ ثابت اور طے ہوگیا کہ وہ کافر ہے۔ تحقق کی مثال ہے ''**وکان اللہ غفورا رحیما**'' (النساء:۹۶) **وکان اللہ عزیزا حکیما** (النساء:۱۵۸)

اس آیت سے یہ طے ہوتا ہے کہ آدم خاکی کو ناری ونوری مخلوق پر امتیاز حاصل ہوا اس لئے کہ جو شخص کسی کے لئے سجدہ کرتا ہے وہ فروتر ہوتا ہے اور جس کے لئے سجدہ کرتا ہے وہ برتر ہوتا ہے۔ آدم کو امتیاز وبرتری تعلیم اسماء ہی سے مل چکی تھی ان کے لئے نوری وناری مخلوق سے سجدہ کرنا دراصل آدم کی برتری کو دونوں مخلوق سے اعتراف کروانا تھا۔

ابلیس کا استکبار اور اباء اللہ تعالیٰ سے مخفی نہ تھا پھر اسے سجدہ کرنے کا حکم کیوں ملا؟ ظاہر ہے یہ امر الٰہی ہے اور اس کا امر اس کی تمام مخلوق کے لئے ہوتا ہے کسی کا استثناء نہیں ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مخلوق ذی ارادہ اسے مانے یا نہ مانے۔ ابلیس ذی ارادہ مخلوق تھا اس نے امتثال امر

نہیں کیا۔اس طرح اس کا بھید بھی کھل گیا۔

اس سے ایک مسئلہ یہ بھی طے ہوتا ہے کہ شرعا انسان کے ساتھ تعامل اس کے ظاہر کے مطابق ہوتا ہے باطن کا حساب محاسبہ کے وقت ہوتا ہے ابلیس فرشتوں کے درمیان فرشتہ بن کر رہ رہا تھا اس کے ساتھ بطور فرشتہ تعامل ہوا جہاں بھی خلق آدم کے بعد اس کے رویے کا ذکر ہے اور اس کے ساتھ تعامل ہے اسی اصول کے مطابق ہے۔

اس کا استکبار ابا اور کفر نتیجہ کس سوچ کا تھا؟ بارگاہ الہی میں مقدس مخلوق کے درمیان اس کے اوقات گزر رہے تھے سارے حقائق کا وہ براہ راست مشاہدہ کر رہا تھا اس کے باوجود اسے ایمان وعلم میں رسوخ حاصل نہ ہوسکا۔ یہ تفاوت ہوتا ہے سوچ میں۔اس کی سوچ میں غرور نے جگہ بنالیا تھا اور اس کی نیت میں خبث نے ڈیرا جمالیا تھا اس لئے سارے امکانات کے باوجود کوراہی کورا رہا۔کفر تک ہی اس کی رسائی رہی اور انجام یاس ومحرومی رہی۔اس کے اندر یہ بات بیٹھ گئی کہ وہ شئے دیگری ست۔اس کو رفعت علو اور کمال حاصل ہے۔یہ چیز نہ خاکی مخلوق کو حاصل ہے نہ نوری مخلوق کو حاصل ہے۔خاکی مخلوق کی ماہیت میں پستی داخل ہے اور نوری مخلوق خیر ہی خیر، رفعت صرف اسے حاصل ہے وہ نار سے بنا ہے اور نار میں رفعت ہوتی ہے۔مظہر پرستی اس کی سوچ پر حاوی ہوگئی۔وہ اس کی دیوانگی میں فنا ہوگیا۔اس کی عقل پر پردہ پڑ گیا وہ راہ حق سے بالکل دور ہوگیا۔ اس کا انجام تباہی اور بربادی نکلا۔غرور نے ابا وانکار کی راہ پر ڈالا انکار نے اسے کافر بنا ڈالا اور کفر کا انجام یاس ومحرومی نکلا۔

خاکی مخلوق کے مرحلہ اولی ہی میں ان سارے حقائق کو واشگاف کردیا گیا۔تینوں مخلوقات کے امتیاز، اعمال، دائرہ عمل، رویوں اور انجام کو بتادیا گیا تاکہ ہر مخلوق اپنی اپنی شناخت ذمہ داریوں صفات اور انجام سے آگاہ رہے۔

نوری مخلوق کا خاکی مخلوق کی تخلیق کے متعلق سوال استفہام اور خیر کی بنیاد پر تھا اور سوال کی اساس تحمید وتسبیح تھی۔اس استفہام وسوال میں ابلیس بھی شریک مانا جائے گا۔اس لئے کہ وہ بزم الٰہی میں فرشتوں کی جماعت کے ساتھ شریک تھا۔رب کریم کے ارشاد اور آدم کے مظاہرہ علم سے جس طرح فرشتے مطمئن ہوگئے ابلیس بھی مطمئن تھا۔اس کا استکبار اور ابا اس وقت ظاہر ہوا جب

عملاً خاکی مخلوق کے امتیاز کو تسلیم کرنے کا حکم صادر ہوا۔ فرشتے امر کونی کے تحت اپنی ڈیوٹی بجالائے ان کی یہی فطرت ہے۔ ناری مخلوق جو امر شرعی کا پابند ہے اور ذی ارادہ ہے۔ اس نے آدم کے لیے سجدہ بجاآوری کے حکم کو نہ مانا بلکہ استکبار کیا۔ اس کے اندر غرور پیدا ہوا کہ اس کی حیثیت بڑی ہے خاکی مخلوق کی فطرت پستی ہے کہ وہ مٹی سے بنی ہے۔ اس کی فطرت میں رفعت ہے وہ آگ سے بنا ہے۔ یہاں سے خاکی و ناری مخلوقات کا میدان کار دائرہ کار نوری مخلوق سے الگ ہو گیا۔

فرشتوں نے آدم کے لئے سجدہ کیا۔ امتیاز آدم، شناخت آدم طے ہوگئی۔ اس عمل کے بعد آدم اور حوا جن کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیوی بنایا جنت میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا۔

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلاَ مِنْهَا رَغَداً حَيْثُ شِئْتُمَا وَلاَ تَقْرَبَا هَـذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الْظَّالِمِيْنَ (البقرہ:۳۵)

رب کریم نے اپنی توجہ خاص اور عنایت خاصہ سے اپنے بندوں آدم اور حوا کو کہا: اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو۔ اس خطاب میں اللہ تعالیٰ نے انھیں چار باتیں بتائیں۔ اور یہ چار باتیں جس اسلوب میں بتائی گئی ہیں، ان کی الگ شان ہے۔ رب کریم کا خطاب ہے۔ کلام اور صوت میں ڈھلا ہوا ہے۔ اس کی باتیں حرف وصوت کا جامہ پہنے ہوئے ہیں۔ فصیح ترین موثر ترین اور جامع ترین کلام ہے۔ ان سے رب کریم کی عظمت وشان عیاں ہوتی ہے۔ اس کا اسلوب کلام دنیا کے سارے اسالیب سے جدا ہوتا ہے اس کے کلام میں تاثیر وصراحت ہوتی ہے۔ اس کے اندر جامعیت کے عناصر ہوتے ہیں۔ اس کے اندر حقائق ثابتہ کاملہ ہوتے ہیں حقائق الوہیہ حقائق ربوبیہ، حقائق کونیہ شرعیہ ہوتے ہیں۔

سارے تخلیقی عمل اور امتیازات سے نوازنے کی بات آدم علیہ السلام سے منسوب تھی۔ ان کی تکمیل اور تثبیت کے بعد ان کی زوجہ کا ذکر آ گیا۔ رب کریم نے حوا کو ان کی پسلی سے پیدا کیا۔ اور ان کی تسلی کے لئے ان کا رفیق فراہم کر دیا۔ وہ رب کریم کے خطاب سے شاد کام ہوئے۔

انھیں حکم ہوا تمہاری اقامت گاہ جنت ہے وہی جنت جس کی تفصیل میں بکثرت نصوص قرآن وسنت وارد ہیں جنت کا ذکر ''ال'' کے ساتھ ہوا جس نے معہود جنت کی خبر دی، وہی جنت جس کا تصور لوگوں کے ذہن میں موجود ہے آسمان پر موجود۔ آسمان پر موجود ہونے کی دلیل خود وہ

ساری آیات ہیں جن میں آدم حوا، اور ابلیس کو دھرتی پر اترنے کا حکم ہے۔

حضرت آدم اور حوا کو جنت میں داخلہ ملا اور ابلیس وہاں سے نکالا گیا۔ حضرت آدم وحواء علیہما السلام کا جنت میں داخلہ تکریمی تھا، تابیدی نہیں تھا، جنت میں تابیدی داخلہ انسان کے نیک وبد کے حساب کے بعد ہوگا۔ میدان محشر میں ساری خلقت کی حضوری اور اس کے سارے اعمال کے عرض، حساب، فیصلہ، شفاعت، وزن اعمال پل صراط پر سے گذرنے کے بعد۔

آدم علیہ السلام کو جنت میں داخلے سے پہلے تسکین خاطر کے لئے زوجہ کا انعام ملا۔ پھر دونوں کو دخول جنت کی تکریم ملی۔ جنت میں سکونت کے اذن کے ساتھ تیسرا انعام یہ ملا کہ باغہائے جنت کے پھل کھانے کی عام اجازت ملی۔ اس عام اجازت میں کئی چیزیں شامل تھیں۔ (ا) باغ جنت کے پھل کسی موسم کے پابند نہیں ہوتے، ان میں ہمہ وقت ہر قسم کے پھل موجود۔ اجازت ملی زوجین کو کہ جنت کے جو پھل جس وقت جہاں سے چاہو کھاؤ۔ اجازت عام دی گئی زوجین کو۔ جنت کے پھل کھانے کے متعلق ایک حالت کا اور ذکر ہے ”رغدا“ اس کا مطلب ہے فراوانی خوشگواری لطف ولذت بلا روک ٹوک۔ مطلب ہوا زوجین کو جنت کے پھل کھانے کی عام اجازت ملی وہ جو پھل جس وقت جہاں سے چاہیں کھا سکتے تھے پھل کی فراوانی کی لطف لذت ہوگی خوشگواری ہوگی، ذائقہ کی کمی نہ ہوگی۔ اور کسی روک ٹوک پوچھ گچھ کا معاملہ نہ ہوگا۔ صالحیت زندگی کا ایک پہلو ہے انعامات کا سزاوار۔ ان کے صلات کا ذکر نہایت جامع انداز میں ہوا اور صالحیت کا جو اعلیٰ صلہ ہوسکتا ہے اس کا ذکر ہوا۔

زندگی کا دوسرا رخ ہے لغزشوں اور خطاؤں کا۔ انسان کی کامیابی کے لئے اور صالحیت کی صفت کو رواں دواں اور برقرار رہنے کے لئے ضروری ہے کہ ان لغزشوں سے بچا جائے۔ ان لغزشوں کی اصل کیا ہوتی ہے اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔ لغزشیں اس وقت ہوتی ہیں۔ جب انسان ممنوعات سے احتراز نہیں کرتا۔

جنت میں سب کچھ دینے اور پانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کی۔ ”**ولاتقربا هذه الشجرة فكتونا من الظالمين**“ جنت کے سارے درخت سے ہر قسم کے پھل ہر وقت اور کسی جگہ سے کھانے کی عام اجازت اور ان کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں۔ لیکن معلوم درخت اور

زوجین سے قریب ترین درخت کی طرف رب پاک نے اشارہ کرکے بتایا اس درخت کے قریب نہ پھٹکنا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ کمال وبلوغ کی راہ میں رکاوٹیں ہوتی ہیں ان سے بچ کر چلنا پڑتا ہے۔ جنت اور اس کی نعمتیں انسان کی اصل منزل مقصود ہے لیکن ان کا راستہ موانع سے گھرا ہوا ہے۔ یہاں سب کچھ ملا۔ بلوغ وکمال کی منزل تک پہنچا دیا گیا لیکن یہ بھی طے کردیا گیا کہ اگر اس راہ کی کھڑی ممانعت کو ہاتھ لگایا گیا تو سب کچھ چھن سکتا ہے۔

ولا تقربا ہذہ الشجرۃ۔ ممانعت قریب تر ہے اور تنبیہ شدید ہے کہ اس کے قریب پھٹکنا بھی نہیں ہے شجرہ ممنوعہ ہے اور اس کی قربت تک سے احتراز ہے۔ نہ اس کا پھل کھایا جاسکتا ہے نہ اس کے قریب جانے کی اجازت ہے۔ یہ شجرہ کیا تھا اس کے متعلق ابن جریر طبری شیخ المفسرین کا سب سے جاندار تبصرہ ہے۔

فالصواب فی ذلک ان یقال ان اللہ جل ثناء ہ نھی آدم وزوجہ من اکل شجرۃ بعینھا من اشجار الجنۃ دون سائر اشجارھا، مخالفا الی ما نھاھما اللہ عنہ، فاکلا منھا کما وصفھما اللہ جل ثناء بہ ولا علم عندنا ای الشجرۃ کانت علی الیقین لان اللہ لم یضع لعبادہ دلیلا علی ذلک فی القرآن ولا فی السنۃ الصحیحہ (طبری ۱/۵۲۰۔۵۲۱)

اس سلسلے میں درست بات یہ ہے کہ کہا جائے۔ بے شک اللہ جل شانہ نے آدم اور ان کی بیوی کو جنت کے تمام درختوں کو چھوڑ کر جنت کے درختوں میں سے ایک خاص درخت سے کھانے سے منع کیا تھا۔ لیکن ان دونوں نے اللہ کے منع کردہ امر کی مخالفت کی اور اس درخت سے کھالیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق بیان کیا ہے۔ ہمیں بالیقین اس خاص درخت علم نہیں ہے کیوں کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی کوئی رہنمائی نہیں کی ہے نہ قرآن کریم میں نہ سنت صحیحہ میں (فتکونا من الظالمین) (ف) یہاں سپید ہے یعنی ممنوعہ درخت سے کھانا یا اس کے قریب جانا سبب بن جائے گا کہ تم دونوں ظالم بن جاؤ۔ ظلم اعتداء کا نام ہے یعنی حد اور لمٹ سے تجاوز کر جانا، مطلوب میں کمی کرکے یا مطلوب میں غلو واضافہ کرکے یا ممنوع کا مرتکب بن کر۔

یہاں ظلم سے مراد ارتکاب ممنوع اور محرم ہے۔ براہ راست اللہ تعالیٰ آدم وحوا سے مخاطب ہیں اور ہدایت فرما رہا ہیں کہ اگر شجر ممنوعہ سے باز نہ رہا گیا۔ بلکہ اس کو چکھ کیا گیا اور اس کا پھل کھایا گیا تو ارتکاب حرام ہوگا اور طے ہو جائے گا کہ تم دونوں مرتکب جرم ہو۔

آیت میں غور کرنے کی بات ہے۔ حضرت آدم وحوا کا مسکن جنت قرار پایا۔ ''فـــــا کهة کثیـــرة لا مقطوعة و لاممنوعة'' سے پوری خوشی لطف اور خوشگواری کے ساتھ اس سے متمتع ہونے کی عام اجازت ملی۔ لیکن ایک شجر ممنوعہ جائز کے سامنے ناجائز بن کر آ کھڑا ہوا اور اس کا انجام بھی ارتکاب جرم طے ہو گیا۔

تخلیق واعزازات اور انعامات کا فیضان ہو رہا تھا ناری نوری اور خاکی مخلوقات کے خصائص اور دائرہ کار طے ہو رہے تھے۔ التفات خاکی مخلوق کے ارادے، دائرہ اختیار اعمال وانجام کی طرف کھینچی گئی خاکی وناری مخلوق کو زمین پر اتارے جانے اور ان کی ذمہ داریاں سونپے جانے سے قبل جنت میں سکونت اختیار کرنے کا ایک وقفہ طے ہوا ابلیس جنت سے نکالا گیا اور خاکی مخلوق کو وہاں اتارا گیا۔ عالم بالا میں اعمال وانجام کو بہت جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا گیا۔ ابھی آدم وحوا نے تخلیق کے مرحلے کو پار کیا تھا ان کے پاس کسی شر کا شائبہ بھی نہ تھا، بارگاہ الٰہی کی شان بھی تھی اور دبدبہ بھی تھا۔ تکریما اللہ تعالیٰ نے انھیں جنت میں ٹھہرایا اور تذلیلا ابلیس کو جنت سے نکالا۔ اور یہ عندیہ بھی دیدیا کہ جب شر وجرم کا ارتکاب ہوگا تو ملی نعمت چھن جائے گی۔

☆☆☆

قلم کار: بہر نوعے کہ باشند

قلم کاری بہت بڑی صلاحیت ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے زندگی کی۔اور قلم کار عظیم انسان ہے یہ ایک سچائی ہے زندہ لوگوں کی۔قلم کاری بھی ضرورت ہے زندگی کی اور قلم کار آبروئے حیات ہے۔ اگر قلم کی امانت اور قلم کار کی مسئوولیت ادا نہ ہوسکے تو وبال ہے قلم کاری اور زحمت ہے قلم کار۔

قلم کی معجز نمائی کے مواقع ہی مواقع ہوتے ہیں اور قلم کار کی سچائی اور توانائی کے مظاہر ہی مظاہر ہیں۔قلم اس لئے ہے کہ زندگی کی امانتیں ادا کی جائیں گی اور قلم کار اس لئے ہے کہ صادق وامین بن کر حق کی پاسبانی کرتا رہے۔

اسلامی زندگی کی حراست کے لیے قلم لسان اور سنان کام آتے ہیں۔ ہر ایک کی اپنی جگہ اہمیت ہے۔ان کا اگر صحیح استعمال ہو تو فرد وسماج کی رہنمائی بھی ہوگی اور حراست بھی۔قلم کا عملی میدان پھیلتا گیا پھیلتا گیا اور ساری دنیا اور مسائل دنیا زیر قلم آ گئے۔میڈیا کا پھیلا جال ہے قومیں ممالک قیادتیں رجال شخصیات، سیاست سماج سب قلم کے مایہ جال میں۔لسان کا عمل پھیلتا گیا۔ محراب ومنبر سے نکلا اور زندگی کے ہر شعبے میں چھا گیا اور نوع بہ نوع طرح چھا گیا۔اور سنان کا عمل بڑھتا گیا اور دنیا بھر گئی اسلحوں سے ایسا لگے جیسے دنیا میں انسان صرف مارنے اور مرنے کے لیے پیدا ہوا ہے۔اور اس قدر زہریلے فتاک اور اس کثرت سے کہ ہر ہر آدمی کو سیکڑوں بار مارنے کے لیے کافی۔

قلم لسان اور سنان کو حراست حیات، تنظیم حیات اور ترشید حیات کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔ پاپی انسانوں نے اسے تضلیل کا، کبر کا اور موت کا مایا جال بنالیا۔وقت کے ابلیسوں کا ان پر قبضہ ہو گیا، انھوں نے حق کے پاسبانوں کو بھی اپنی روش حیات پر چلانے کی کوشش کی اکثر اصحاب قلم، اصحاب لسان وسنان اسی ڈگر پر چل پڑے۔اور جو بچے وہ ارادوں اور نیتوں کے دھکے سے اسی ڈگر پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔محتوی بھلے ہی اسلامی ہو منزل ومقصد وہی بن جاتا ہے جیسا ابلیس چاہتا ہے۔موجودہ مادی مایہ جال میں قلم کاری، قلم کار، خطابت خطباء، سنان اصحاب سنان

سب لہواور آبرو کے سوداگر بن گئے ہیں۔ان کی ساری تگ ودو کا خلاصہ یہی ہے۔

جن کو سبق یاد ہے کہ قلم لسان اور سنان کو حراست حیات، تنظیم حیات اور ترشید حیات کے لئے بنایا گیا، جو قلم تھامے ذمہ دار اور صادق وامین ہیں، جو لسان و بیان کا فن اختیار کئے سمجھدار، ذمہ دار اور نیک ہیں، اور جو اصحاب سنان حصار حیات اور حصار قیم دینیہ بن گئے ہیں۔ وہ بھی فہم دین، فہم ضوابط اور فہم مقاصد سے پہلوتہی برتتے ہیں۔ جو لوگ ہر حال میں بھی التزام دین کے قائل ہیں ان کا دینی ویژن اکوریٹ نہیں ہے۔ مادی مایا جال کی دھمک انھیں بڑی شدت سے اپنے قلوب واذہان پر محسوس ہوتی ہے اتنی شدت سے کہ اکثر انھیں مدہوشی رہتی ہے۔

بات قلم کار کی چل رہی ہے۔قلم کار اس لئے ہے کہ قلم کی امانت امانت داری سچائی اور ذمہ داری سے پہنچائے۔مگر زندگی کے سارے شرائح حیات سے یہ چیز عنقا ہوگئی ہے۔ایمان دار قلم کار کا فریضہ یہی ہے کہ وہ حق کو سمجھے اور حق بیانی کرے۔کفر شر باطل اور نفاق نے زندگی پر مکمل تغلب حاصل کرلیا ہے۔ایک مختصر سے زاویہ حیات میں حق بیانی کی جگہ رہ گئی ہے۔ وہاں بھی حق بیانی غائب ہے۔ بہت کم خامہ اور خامہ بردار ہیں جن کے اندر شعور حق اذعان حق اور اعلان حق کی صلاحیت اور جذبہ ہے۔

دینی زاویہ حیات میں بہت سے رنگ برنگے قلم ہیں۔ان کی درجہ بندی ہونی چاہیے تاکہ قارئین کی ترشید ہوسکے۔اقلام کی معیار بندی بھی ہوسکے۔

● حق بیانی:

قلم کاروں میں سب سے معیاری وہ لوگ ہیں جو حق بیانی کی خط مستقیم پر رہتے ہیں حق کی پاسبانی کرتے ہیں۔ اخلاق وکردار کے دھنی ہوتے ہیں۔ منظّم ومربوط دینی فکر وفہم کے مالک ہوتے ہیں۔جس اختصاص میں ہوتے ہیں پوری امانت داری زندہ ضمیری سے کام کرتے ہیں۔ شگفتہ شخصیت کے مالک ہوتے ہیں۔ ناصح امت ان کی پہچان ہوتی ہے۔ اصولوں کا سودا نہیں کرتے۔ نہ مفاد کے لئے ہرکس وناکس، ٹھگ اور ڈھونگی، خائن اور لٹیرے کو ابا بناتے ہیں۔ چاپلوسی سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ان کے اندر علم وشعور کا چراغ روشن رہتا ہے۔ دین سے محبت

اور شدید لگاؤ رکھتے ہیں۔حسن نیت اور حسن کردار سے سرسبز رہتے ہیں ۔حلم وتحمل تواضع اورانکساران کی شناخت ہوتی ہے۔ان کی شخصیت اصلی اور خالص ہوتی ہے۔فکروخیال میں بھی پختہ اور درست ہوتے ہیں۔اوتھلے پن نعرہ بازی اور تعجل پسندی سے دور رہتے ہیں۔رضائے الٰہی اور مطلوب دینی ان کا ہدف زندگی ہوتاہے۔آندھیوں میں شجر بلوط ، گرمیوں میں چناراور بہاروں میں خوشبودار پھول۔عقیدے میں منہاج نبوی کے پیرو۔دین کے سچے ترجمان۔فتنوں سے دور،فسادیوں سے دورتر فتوی بازی سے نفور۔

حق بیان قلم اورقلم کار کے یہ نقوش اورخدوخال ہیں۔اکثر لوگوں کے لئے یہ نقوش بے مطلب، دھندلے اورغیر مفہوم ہوچکے ہیں۔خال خال اس کے دیوانے ہوتے ہیں۔بڑے بڑے قلم کے سورمااس خط مستقیم پر چلنے کی ہمت نہیں رکھتے ہیں،نامور مصنفین بھی اس خط سے اترے نظر آئیں گے۔اب کی دنیامیں سارے کے سارےاس خط بیانی سے باہر نظرآتے ہیں۔دین پسند بھی جب ادب کی بات کرتاہے تو خبطی دکھنے لگتاہے۔اس کا چہرہ مہرہ اس کی شخصیت،اس کے تصرفات سب مالخیولیائی نظرآنے لگتے ہیں۔تراجم وتاریخ کے شغل کار افسانہ نگار یا توہم پرست ہونے کا ثبوت دینے لگتے ہیں۔اسلامیات کے ماہرین خال خال اسلام کے ترجمان ہوتے ہیں۔ورنہ ہوس کے نفس کے فرقہ کے عقل کے شیخی اور تعنت کے ترجمان۔افتائی اقلام کی بے اعتدالیاں،غوطہ خوریاں،ڈوبنا ابرنا،پانی میں ہاتھی چڑانے کی مانند ہیں۔قلم کاروں کا ایک جرگہ مرتبین مقالات، مہذبین کتب اور مرتبین مخطوطات کا ہے۔خوش فہمی کی دنیا کا کام۔کونوں میں بیٹھ کر جی چوری کا کام اورگمان پال لینا کہ دنیا کے مہاودوان۔استشراقی ذہنیت اوراستشراقی رویےاوراستشراقی اخلاقیات کی نقالی۔برصغیر کی یونیورسٹیوں میں مشرقیات اور دینیات سے وابستہ لوگوں کے کام کچھ اس طرح کے ہوتے ہیں۔عیاروں کے لئے تربیت،تہذیب اور تحقیق کے ذریعے جیب بھرنے،طلباء کو ٹھگنےاورعلم ودین کے ساتھ کھیل کرنے کے بہتر مواقع۔

● آشفتہ بیانی:

قلم کاری جب آشفتہ بیانی کا عادی بن جائے پھراس کے سائے میں نکلی تحریریں پڑھ کرعموما

یہی آواز آتی ہے۔

اس شوخ کی باتوں کو دشوار ہے دہرانا

آشفتہ بیانی کا اسیر قلم کار، فکری الجھاؤ، بے ربط معانی و بیان، خوش فہمی کا عادی اور طویل نویسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ خوش فہمی اسے ہر الم غم ضروری غیر ضروری، بامعنی اور بے معنی امور پر قلم کو حرکت دینے پر مجبور کرتی ہے۔ آشفتہ بیان بالکل اس دیوانے کی طرح ہوتا ہے جو کسی نئے بستر کو ادھیڑ کر پیوند کاری کرے اور ہر پیوند کاری پر خوشی سے اچھلا پڑے۔

آشفتہ بیان دن بدن بے معنویت کا شکار ہوتا اور قلم کا پہلوان بنتا چلا جاتا ہے۔ غصیل سانڈ کی طرح ہر ایک سے سینگ لڑانا، چیخنا اچھلنا اس کا کام رہ جاتا ہے اور کچھ نہیں تو اپنی تحریر پڑھ پڑھ کر خود اپنی پیٹھ تھپتھپاتا ہے۔ کسی کو گرانا کسی کو اٹھانا، کسی کو بڑھانا کسی کو گھٹانا اس کا مشغلہ بن جاتا ہے۔

آشفتہ بیانوں میں بڑے سے بڑے لکھاریوں کے نام آتے ہیں انشاء پرداز شعراء نثر نگار قصہ نویس، صوفیاء کے ملفوظات خودنوشت، سوانح نگار بہت سے ایسے ہیں اور تھے بھی جن کی خامہ فرسائیاں آشفتہ بیانی کی دلدل میں آکر پھنستی تھیں۔ بروقت سوشل میڈیا میں بہت سے قلم کار ایسے ہیں جو آشفتہ بیانی کو اپنی تحریری بنیاد بنائے ہوئے ہیں اور فالوور بٹورنے میں رات دن لگے رہتے ہیں۔

آشفتہ بیانی پھلجھڑی بھی ہے۔ ہارے ہوئے جواری کی کہانی بھی ہے۔ بے سمتی کے شکار شکاری کی سرگزشت بھی ہے۔ فکری آوارگی کا سوز اور درد بھی ہے خود پر رونے اور ہنسنے کا تضاد بھی ہے۔ گریہ بھی ہے تبسم بھی ہے برق بھی ہے حرف بھی ہے۔ لکھنا، چھپنا بھی ہے چھٹنا بھی ہے۔ سارے کھیل تماشے ہیں مگر نصب العین اور مقصدیت کا کافی فقدان بھی ہے۔

آشفتہ بیانی کبھی شہر آشوب بسانے اور شہر تجلی اجاڑنے کا اک سپنا بھی بن جاتا ہے۔ آشفتہ بیانی بھلبھلے میں آلو بھوننا ہے۔ آشفتہ بیانی میں ہاؤ ہو زیادہ ہوتا ہے اور یہ ہاؤ ہو بہت زیادہ پرکشش ہوتا ہے۔ کمزور دماغ لوگوں کے لئے۔ فالوور آشفتہ بیان بازوں کی زندگی بھی ہوتے ہیں اور آبلے بھی۔ ایک زمانے میں ماہر القادری اور عامر عثمانی کی آشفتہ بیانیاں کمزور دماغ تحریکوں

میں کافی بکتی تھیں۔جامعہ سلفیہ میں نچلی جماعتوں میں دوران تعلیم میں کبھی تھوڑا تھوڑا ان دونوں کو پڑھنے کا شوق ہوتا تھا اور اب تو ان کی آشفتہ بیانیوں سے ابکائی آتی ہے۔رشید احمد صدیقی کی ''آشفتہ بیانی میری'' گوارا ہوسکتی ہے لیکن ان کی علیگیر ین فنائیت روح فرسا بن جاتی ہے۔علی میاں کی ساری آشفتہ بیانیاں انتہائی حیران و پریشان کن ہیں۔ان کی ساری سوانح عمریاں خاکہ نگاریاں خودنوشت،ان کی وفات کے بعد پس نوشتیاں ساری کی ساری آشفتہ بیانی کے زمرے میں آتی ہیں انھیں انسان پڑھے تو پچھتائے نہ پڑھے تو چین وامن میں رہے۔میرے سامنے بہت سے تحریریں ہیں اگر ان کو آشفتہ بیانی کے زمرے میں لے آئیں تو ان کہی کہانیاں غیب سے حاضر میں تیرنے لگیں گی۔اس وقت کی اکثر فرقہ وادسوانح عمریاں اور فرقہ وادتاریخ اسلامی ہندتو بہرحال آشفتہ بیانی کے زمرے ہی میں آئے گی۔ساری دیوبندی سوانح عمریاں ساری دیوبندی تاریخ نویسیاں اور سارے دیوبندی ملفوظات اس آشفتہ بیانی میں داخل ہیں اور ادباء وشعراء کی خودنوشتیاں سب آشفتہ بیانی ہیں۔علی میاں دور کے سارے ندوی قلم کار بھی آشفتہ بیان۔آشفتہ بیانی میں نہ دماغ کی ضرورت ہے نہ سچائی کی۔بس کہتے جاؤ لکھتے جاؤ پھڑ کتے جاؤ۔اور جو اس کا عادی ہوجائے بس ہردم اس سے سنتے جاؤ۔سنتے جاؤ۔

● فرسودہ بیانی:

قلم کاری کے ہر شعبے میں فرسودہ بیان بھی ہوتے ہیں۔فرسودہ بیانی سے وہ ساری خامہ نگاریاں منسوب ہوں گی جن میں تفکرات توہمات، برہانیات کے بجائے رسمیات اور اساس کے بجائے آراء وملفوظات اور مزعومات ہوں۔یا مباحات ومرجوحات کو عزائم وعظام میں مندرج کردیا جائے اور انھیں کفر وایمان کا مسئلہ بنادیا جائے۔یا فروعات پر اس کثرت سے زور دیا جائے اور اس کثرت سے لکھا جائے کہ فرائض ہلکے پڑ جائیں۔یا حقائق دینیہ علمیہ کو چھوڑ کر پسند کو بغیر کسی لجا کے ہانکتے رہا جائے۔پسند پر اتنا اصرار کی خامہ کی اس پر انتہا ہوجائے اور خامہ اس پر فنا ہوجائے۔یہ ساری سماجی روایتیں، عادات ، رسوم،فرقہ پرستیاں، مذہبی فرقہ پرستیاں،تقلیدی تحریریں،متصوفانہ تحریریں، یہ فضائل کی فضولیات قصے کہانیاں،خوابوں کی برات، جنت کی نامہ

بری، جہنم سے براءت کا پروانہ اور سند؟ یہ سارے کے سارے فرسودہ بیانی کے ضمن میں آتے ہیں جو نشہ کی طرح انسان کے اندر سرایت کر جاتے ہیں اور انسان کی کارکردگی کو معطل کر دیتے ہیں۔ یا زہر کی طرح انسان کی شخصیت کو قتل کر دیتے ہیں۔ آج دیکھیں تو مسلم سماج کی اکثریت اس نشے اور زہر کے زیر اثر ہے۔ حتی کہ اکثر مسلم قیادتیں بھی فرسودہ بیانی کے سائے میں جیتی ہیں اور اس کا نشہ و زہر ان کے اندر حلول کئے ہوئے ہے۔ فراست اور شجاعت کی بات ہے کہ مرد مومن فرد مومن اس فرسودگی کے مایہ جال سے آزاد رہے۔ کچھ نہیں تو کم از کم اپنی شخصیت مرنے نہ دے اور اپنی کارکردگی کو معطل ہونے سے بچائے۔

فرسودہ بیانی کا بہت بڑا عمل نظر آتا ہے لیکن اصل میں بے سمت ہوتا ہے اس لئے منزل تک اس کے ذریعہ پہنچنا محال ہے۔

● آوارہ بیانی

اباحیت پسندی جب قلم کے اندر آباد ہو جائے تو آوارہ بیانی کی راہ طے ہو جاتی ہے۔ اس کے نقوش میں اصل الاصول بغاوت ہے۔ دین سے بغاوت۔ دینی اصول و اساسیات سے بغاوت۔ دلائل و براہین سے بغاوت۔ مسلمہ اقدار حیات سے بغاوت۔ سماجی اقدار سے بغاوت علوم دینیہ فقہیہ عقدیہ کے طے شدہ طریقہ استدلال سے بغاوت۔ نصوص کو براہین کی حیثیت سے پیش کرنے کی صلاحیت کا فقدان۔ امت کے مسلمہ اصولوں سے بغاوت، جن کو صدیوں میں مستند علماء نے مل کر طے کیا ہے۔ فہم دین کے معتبر اصولوں سے بغاوت۔ گاڑھی تعقل پسندی کی نرغے میں پھنسنے کی مصیبت۔ دین کے خلاف ردعمل۔ نیز مزاجی، عصبی شخصیت، نیتائی کا چکر۔ بڑھی ہوئی مال کی محبت۔ انفرادیت پسندی۔ شذوذ پسندی۔

یہ اور ان کے سوا بہت سے اسباب ہیں۔ یہ جب انسان کے قلم میں انگڑائیاں لیتے ہیں تو قلم کو آوارگی کی طرف ڈھکیلتے ہیں۔ اس وقت صاحب خامہ کا روایتی مذہب کام نہیں آتا ہے۔ اس وقت انسان صرف آوارہ فکر بن جاتا ہے۔ خارجیت آوارگی فکر ہی تو ہے اس لئے آج کا ہر تحریکی اصلاً آوارگی فکر کا شکار رہتا ہے۔ ایک ان پڑھ جاہل تحریکی بھی اس آوارگی فکر کا شکار ہو جاتا

ہے۔تحریکی رویے میں آوارگی فکر یا آوارہ بیانی کے سارے مذکورہ اسباب اکٹھا ہوجاتے ہیں۔ سارے تحریکی قلم کار سب آوارہ بیانی کی ڈگر پر چلتے ہیں۔مودودی سید قطب حسن بنا محمد قطب غزالی...

سب سے زیادہ آوارہ بیانی وحیدالدین خان کے ہاں موجودہ ہے۔ یہ شخص ایسا تھا کہ اسکا جو جی چاہے وہی دلیل وہی مسلک وہی دین، وہی موقف ۔ ہوس فکرونظر کا زندگی بھر شکار۔اپنے دور میں آوارہ فکروں کا امام ۔ حالات اس کا امام ۔ حالات سے مصالحت مقصد حیات ۔خان صاحب کے نزدیک دین ایک سیکولر میٹر ہے انسان کی ذاتی زندگی سدھار کے لئے فرد کو وقت کے نظام سیاست اور قیادت کے ساتھ رہنا چاہیے۔اس سے تصادم تباحث نقصان دہ ہے۔بس اس کی مان کر چلو یہی کل وحید خانی فلسفہ تھا۔ان کے طریقہ دعوت میں وحدت ادیان کا بھی جرثومہ داخل ہے ان کے ساتھ دیگر مذاہب کے لوگ بھی دعوت کے لئے نکلتے تھے۔وحید خان کا علم وفہم بالکل مختصر اور سکڑا ہوا تھا۔ وقت کے ساتھ سمجھوتہ کر لینا اصل حیات ہے۔لڑنے بھڑنے کے بجائے مادی ترقی پر لگنا چاہے۔مغرب کی طرح کماؤ کھاؤ زندگی کو منظّم اور خوشحال رکھو۔ان کے نزدیک سب ٹھیک ہیں حتی کہ سب حق پر۔غیر مسلم بھی حق پر۔وحید خان سے زیادہ تو سرسید خان آوارہ فکر نہ تھے۔

جب اسلام سرے سے کوئی نظام ہی نہیں صرف نجی مسئلہ ہے پھر بچا کیا؟ وہ سیکولرزم اور جمہوریت کو بطور اساس تسلیم کرتے تھے۔اسی لئے ان کے لئے آسان تھا ہر ایک کے ساتھ صلح کر لینا اور سب کو مان لینا۔سب کی مان لینا۔اسی لئے جمہوریت اور سیکولر دنیا میں ان کی مان جان تھی۔اور ہندوستان میں غلیظ ننگ انسانیت اور ننگ علم و عقل بھگوادھاری بھی انھیں مانتے تھے۔ ان کی آوارہ فکری ننگ ہے دین کے نام پر۔

آوارہ قلمی کی راہ پر سارے منکرین حدیث ہیں اب کے پہلے کے چھوٹے بڑے سب۔ پاکستان کا دم دبائے بھیڑیا غامدی۔ ہندوستان کا بگڑا مزاج خوش فہم جاہل ، جہالت پر اصرار کرنے والا وقت کا سب سے بڑا منکر حدیث ، ہوس پرست،رزر پرست، انا پرست، کذب پرست،انفرادیت پرست،شذوذ پرست راشد شاذ (غبی ضال) ہے۔اچنبھا یہ ہے کہ اہل حدیث

مدارس سے فارغ مولوی بھی اس کے جال میں پھنستے نظر آئے اوراس کمین کے معترف ۔

اسی زمرے میں امین اصلاحی عنایت سبحانی، اس کا بیٹا محی الدین، اکثر فارغین جامعہ الفلاح بلریا گنج اسرار عالم اور اسرار احمد سارے کے سارے آوارہ بیانی کی راہ پر لگے ہوئے ہیں ۔ان کی آوارگی فکر میں وہ سارے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جن کا ذکر شروع میں ہوا۔اوران سارے اسباب کا جامع تحریکیت وقت خارجیت ہے۔خارجیت ایک مکمل فکری آوارگی ہے۔اور آج کی تحریکیت خارجی آوارہ فکر سے زیادہ جامع خارجی آوارہ فکر ہے۔

ہمارے یہاں جو منہج کے منکر ہیں وہ آوارہ فکری کے زمرے میں آسکتے ہیں۔اور جب سے سب کچھ صحیح اور سب صحیح ہیں۔ کا مادی نظریہ عملا وفکرا شہرت پا چکا ہے۔سارے کے سارے کج فکرے آوارہ فکری کے ضمن میں آہی جاتے ہیں۔ایسے لوگ کلیتا علوم اسلامیہ کے سارے اصول وقواعد کو نظر انداز کئے صرف آوارہ فکری پر اعتماد کئے یا ہوس پر ٹیک لگائے اباحیت پسندی کو فروغ دیتے ہیں آوارہ فکری کے کلیتا نہ سہی جزءسہی شکار ہیں اوران کا قلم آوارہ بیانی کی ڈگر پر چلتا ہے۔

آوارگی فکر میں ایک پہچان یہ بن جاتی ہے کہ عملا ایسے لوگ آہستہ آہستہ زیرو بن جاتے ہیں۔عمل سے ایسے لوگوں کو سرے سے لگاؤ ہی نہیں رہ جاتا عموما یہی دیکھا جاتا ہے البتہ ان سے گل چھرے سن سکتے ہیں۔ان کی محفلوں کی بہاریں دیکھ لوان کی باتوں کے قمقمے نظر آئیں گے خیالات کی رعنائی سے لوگ متاثر ہو سکتے ہیں ۔آوارگی فکر التزام دین سے ایک فرار ہوتا ہے اور تسکین خاطر کے لئے لفاظیاں ہوتی ہیں۔

آوارہ بیانی کے ضمن میں بچکانہ بیانی اور مریضانہ مفسدانہ بیانی بھی آسکتی ہے انھیں الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اور آوارہ بیانی میں رافضیوں سے کون آگے نکل سکتا ہے بلکہ ان ہی کی آگ اور دھواں پیش پیش ہیں نئے نئے ڈھنگ کے تحریکی۔

● انا بیانی

ہر انسان کے اندر ''انا'' ہوتی ہے۔یہی اس کی پہچان ہے۔اس کی شناخت ہی ''انا'' ہے۔ انسان کے اندر سے ''انا'' نکال دیں تو پھر انسان کہاں بچے گا۔ وہ وہ تو ''بلا شناخت'' ریوڑ میں

محسوب ہوگا۔انسان کی ناجائز ''انا'' بہت دور تک جاسکتی ہے اور دوسروں کو ڈمیج کر سکتی ہے۔ جائز ''انا'' میں فرد کی مطلوب شرعی بشری خوبیاں مستحسنین اوران کے نتائج ہیں یہ سب محمود ہیں۔

ناجائز ''انا'' میں خبث باطن، بے اصولی، غرور، اکھڑپن، اباحیت پسندی، سب صحیح، سب کچھ صحیح کا فارمولہ، گنوارپن، مجھ جیسا کوئی نہیں ''الالدالخصم'' کے سارے میٹریل داخل ہوجاتے ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے وہ لوگ جن کی تربیت نہیں ہو پاتی۔ سوچ اخلاق اور سیرت جن کی درست نہ ہو سکے ایسے سارے خامہ بردار یا آشفتہ بیان ہیں یا'انا'' بیان ہیں۔ ایسے لوگ شہرت کے دیوانے، چھپنے کے لئے بے تاب۔ اگر شہرت پرڈاکہ ڈالا جاسکتا تو ڈاکہ سے نہ چوکیں۔ ایسے لوگ حسن نیت کے دشمن ہوتے ہیں بدگمانی خصوصیت اور بدکلامی میں ایسے لوگ گنوارپن بدزبان عورت کی سطح پر آسکتے ہیں۔ اوراپنا مقصد حاصل کرنے کیلئے اصول اقدار امانت حلت حرمت سب کو بلڈوز کر کے آگے نکل جانے کے لئے تڑپ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ خود کو کھلا سانڈ سمجھتے ہیں۔ اور کسی اخلاق، انسانیت، سچائی کی پرواہ نہیں کرتے۔ صرف اپنی ناجائز انا کے پابند ہوتے ہیں۔ اباحیت کے دور میں ایسے لوگ بھی ''قریہ دل'' کے عظیم باشندے بن جاتے ہیں تف ہے گراوٹ پر۔

''انا بیانی'' کی خط پر چلنے والے بڑے بڑے بحاث محقق مخطوطہ باز ہوسکتے ہیں لیکن ان کی زیرو شخصیت کی ساری کارکردگی کھودا پہاڑ نکلا چوہا کے برابر ہوتی ہے۔ ایسے لوگ موقف، عزائم، اصول نظریات کے دشمن ہوتے ہیں بلکہ ان سے ان کا لگاؤ ہوتا ہی نہیں۔ آج کے قلمکاروں کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ یہاں کسی قسم کی رقابت، نگرانی نقابت ہے ہی نہیں، اس لئے ایک سے ایک ذہین قلم کار بگڑیل نکلتے ہیں اور کبروتعنت کی بدبو پھیلاتے ہیں اور بازار میں ایک منفرد سودا بن جاتے ہیں شیخی وغرور کا، اور خود وہ مگن ہوجاتے ہیں کہ ہم جیسا کون ہے۔ اس اور ''ریختن'' و ''کندن'' کا کام برابر کرتے رہتے ہیں۔

سب سے زیادہ حساس اور افسوسناک کہانی ''انا بیانی'' کا عمل ہے۔ انا بیانی کا فرقہ پرستی کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے اور مستقل ''انا بیان'' بھی ہوتے ہیں۔ آج کے دور میں ''انا بیان'' ہر نوع قلم کار میں بھی ہوتے ہیں اور آوارہ بیانی میں ہمیشہ ایک پرت انا بیانی کی ہوتی ہے۔ اسی طرح آشفتہ بیانی میں بھی ہمیشہ ایک لیرانا بیانی کی ہوتی ہے۔ یہ تشخیص اس لئے ضروری

ہے تاکہ قلم کاری کے نقوش تاباں رہیں پرتوں اور لیر سے وہ محفوظ رہے۔

● قلم تمہارا نام ہمارا

ہر دور میں اصحاب زر نے قلم کو مزدور بنانے کی کوشش کی ہے۔ دور خداعات میں بگڑے قلمکار ایسے بھی ملیں گے، جن کے اوپر یہ ٹائٹل فٹ ہوگا۔ ''قلم تمہارا نام ہمارا'' اپنے عصر میں اور کچھ پہلے سے یہ ہوتا ہے کہ اداروں، یونیورسٹیوں میں ''خامہ گری'' کسی اور کی ہوتی ہے اور چھپتی ہے کسی اور کے نام۔ محنت کسی اور کی اور نام کسی اور کے۔ جب فکر انسانی فیل پائی کا شکار ہو جائے یا نفس موٹا ہو کر ہاتھی بن جائے، نیت نفاست کے بجائے غلاظت کی آماجگاہ بن جائے تب ''قلم تمہارا نام ہمارا'' کا تماشا لگتا ہے اس وقت ہر پڑھنے لکھنے والے ادارے میں اس کا تماشا لگتا ہے کس کس کا نام گنائیں، کس کس ادارے کا نام گنائیں، سارے مشہور قلمی بگلا بھگت تو اس مرض میں مبتلا ہیں۔ اس فارمولے کے سارے پیرو کار دنیا کے سب سے بڑے خسیس اور کم ظرف ہیں۔ قلم کا سودا کرنے والے ابلیس کے چیلے ہیں۔ مال کی چوری سے زیادہ خطرناک علم کی چوری ہے۔ مال تو ادلے بدلے کی چیز ہوتی ہے لیکن علم ادلے بدلے کی چیز نہیں ہوتی۔ معتبر اور اصولی قلم سے نکلے ہوئے الفاظ تراکیب اور معانی کا انتساب قلم کے ساتھ ایسے ہوگا جیسے صلبی اولاد کی نسبت باپ سے ہوتی ہے جس طرح اس کی نسبت غیر حرام ہے اسی طرح اصیل و معتبر قلم سے نکلے الفاظ و تراکیب و معانی کی نسبت غیر حرام ہے۔ جو لوگ یہ دھندا کرتے رہے اور کرتے ہیں ان ظالموں تک اگر یہ الفاظ پہنچیں تو وہ شدت سے اس حرمت پر غور کریں۔ اور علمی پائیریسی سے باز آجائیں۔

ہم بھی کیا احمق ٹھہرے جس دور میں دین بکتا ہے فتوے بکتے ہیں زبان بکتی ہے تقریریں بکتی ہیں آبرو بکتی ہے اقدار بکتے ہیں۔ اعضاء و جوارح بکتے ہیں۔ ہم بیٹھے ہیں قلم کے بکنے پر ماتم کرنے آج سب کچھ تو سوداگری بن چکی ہے۔ کس کس چیز کا رونا۔

● قدم تال، دم تال بیانی

یہ کوئی خاص اور مستقل قلم کاری نہیں ہے۔ یہ چاپلوسی کا ایک طریقہ ہے کہ اگر کوئی تحریر کسی

فرقہ یا گروہ کے سربراہ کی طرف سے آجائے تو مراثی قسم کے لوگ اس کی تعریف اور تائید میں رطب اللسان ہوجاتے ہیں اور اتنے طوفان گیر انداز سے رطب اللسانی کرتے ہیں کہ جیسے ان کی نجات یا حسنات دنیا وآخرت بس اسی میں ہے کہ اس کی تائید کی جائے۔ اس وقت سوشل میڈیا میں ایسی تحریریں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ایسی تحریریں پس مرگ آن جہانی ہوئے لوگوں کی تعریف میں بہت شائع ہوتی ہیں بالکل مردہ اور حقیقت سے دور کفن پوش تحریریں، ایسی کفن پوش سوانحی تحریروں کی اس وقت بھرمار ہے۔ ایسی تحریریں بالکل ایسی ہیں جیسے بچے کوڑیاں کھیلتے ہیں بے فیض، بے مقصد، الفاظ کی گردن پکڑ کر یا کان پکڑ کر حسب خواہش بے جابات کہلوانے کا زبردستی کا عمل۔

● دروغ بیانی

دروغ بیانی یہ عام اور کھلا ہوا میدان ہے ہر فتنہ جو مفسد عیار کج فطرت کج دماغ کی اس میں حصہ داری ہوسکتی ہے۔ روافض کو اس میں سب سے زیادہ مہارت ہے۔ چودہ سو سال سے وہ جھوٹ بولتے تھکتے نہیں ہیں اور عجائب زمانہ کہ اہل سنت نے کبھی ان کو منہ لگانے کے لائق نہ جانا۔ ان کے مریدان خاص، فدا کاران بے ریب وہ لوگ ہیں جو اہل سنت کی کھال اوڑھے ہوئے ہیں اور رات دن رافضیت کی مالا جپتے ہیں بلکہ انھیں خلاصہ کائنات اور مقربین بارگاہ الٰہی بنائے ہوئے ہیں اور اس کار خیر میں ان کے جہلاء اور ان کے علماء سب متفق ہیں۔ واہ رے ہمارے تحریکی بھائی۔

مسئلہ صرف ان تحریکیوں ہی کا نہیں ہے آج کے الحادی دور میں جو چمتکار دکھلا لے جائے، پبلک کو بے وقوف بنا لے جائے، اس پر اپنا جادو چلا لے جائے وہی آقا۔ اس وقت سارے بدکردار خائن جھوٹے، ٹھگ، بے شرم، ڈھیٹ آقا اور ان کے فالوور دروغ گو۔

اس دروغ بیانی کی راہ پر سب سے آگے سید سلمان ندوی حسینی رحمہ اللہ ہیں۔ قابل رحم ہے بیچارہ۔ پتہ نہیں یہ انسان کس مٹی کا بنا ہے اس کی شہرت کی ہوس بحر ہند بن گئی ہے جو موجوں کے اچھال میں سب سے آگے ہے اس میں جوار بھاٹا کے وقت ۱۲۰ فٹ تک پانی میں اچھال آتا ہے۔

اگر سلمان کی ہوس شہرت و مال بحر ہند کا جوار بھاٹا ہے پھر کون امید کر سکتا ہے کہ اس کے اندر دھیرج و توازن آ سکتا ہے۔ اگر اس کی پوری زندگی کی تحریریں تقریری سرگرمیاں ریکارڈ میں آئیں اور ان کو چیک کیا جائے تو اس کا حاصل دروغ بیانی نکلے گا ویسے ان کو آشفتہ بیانی، آوارہ فکری، انا بیانی مفسد بیانی، بچکانہ بیانی غرض ہر زمرے میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

مولوی صاحب کی فکر و شہرت کے جواڑ بھاٹے میں بہت سے لوگ بہ گئے اور شاید اب اکثر اس پر ''لاحول'' پڑھنے لگ گئے ہیں ایک دوسرا ان گرڑھ قسم کا مولوی ہے خلیل سجاد نعمانی وہ تو باطنیت کی ساری سرحدیں پار کر چکا ہے۔ اس کا سارا سراپا دروغ بن چکا ہے۔ اس کو دو شوق ہے میڈیا لائم لائٹ میں رہنا اور جوگ کا ڈھونگ کرنا۔ اس وقت یہ علماء میں سب سے زیادہ انا پرست ہے۔ یہ خود کو فروغ دینے اور اپنے سرمائے کو فروغ دینے میں کسی بھی سطح تک اتر سکتا ہے پیری مریدی کی اس کو اتنی للک ہے کہ خود کو ہر جائز ناجائز طریقے سے مرکز توجہ بنائے رکھتا ہے۔ اس وقت اس نے وھیل چیر پکڑ لیا ہے۔ یا صرف مریدوں کے درمیان ایسا کرتا ہے۔ وھیل چیر پر ہوتا ہے کوئی وھیل چیئر ڈھکیلتا ہے پیچھے دائیں بائیں فدا کار ہوتے ہین اور کیا جلوے ہوتے ہیں خود کو مقدس بنانے کے۔ ابھی میڈیا میں دیکھا وھیل چیر پر ہے ایک گیلری میں۔ لال دریاں بچھی ہیں۔ کوئی وھیل چیر کو تنہا لے کر چل رہا ہے دونوں طرف ٹین شید ہے عورتیں ہیں۔ مرد ہیں۔ عورتیں اس پر پھول نچھاور کر رہی ہیں اور جناب لوگوں کو اپنا دیدار کرا رہے ہیں۔ ٹھگنے کھانے اور سرمایہ دار بننے کا ڈھونگ۔ دین کے نام پر بیوقوف بنانا اور ٹھگنا۔ یہ منحوس کرناٹک کے ایک شہر میں زبردستی نقشبندی سلسلے کا صوفی بن گیا ہے اور اس سلسلے کے سرمایہ پر قابض۔ رمضان کے آخری دہے میں پوری فیملی کے ساتھ حملہ آور ہوتا ہے اور سنا ہے دو کروڑ چندہ و نذرانہ کی شکل میں بٹور کر لاتا ہے۔

اسے چھل والی عورتوں کی طرح رونا بھی خوب آتا ہے جہاں ضرورت ہوتی ہے مکر کے آنسو حاضر۔

☆☆☆

صحیح سوچ

اس موضوع پر مئی کے شمارہ میں ایک اہم مضمون ''انضباط فکر وعمل'' سپرد قلم ہوا۔ یہ مضمون بھی اسی کا تتمہ ہے بالکل الگ پیرائے میں۔ احباب غور سے پڑھیں اور سوچ بدلیں۔

- **صحیح سوچ کا مطلب:**

صحیح سوچ ہے کیا؟ حقائق کے صحیح ادراک کا نام صحیح سوچ ہے۔ صحیح سوچ میں حقائق کا صحیح ادراک حقائق کا پورا حجم جوان کا پورا احاطہ کئے ہوئے ہو۔ اوران کے عواقب نتائج بھی ان پر عمل پیرائی کے نتیجے میں سامنے ہوں۔ عمل بھی پورے اور کما حقہ ہوں اور نتائج بھی درست ہوں۔ صحیح سوچ کے ساتھ اس کے اندر صحیح سوچ والے کا خوبصورت کردار بھی لازمی ہے۔ سچائی کی طلب، صدق نیت، حلم وتدبر فہم وفراست خاص کر۔

کسی فرد کے اندر صحیح سوچ بننا آسان نہیں ہوتا۔ بسااوقات انسان بڑا ذہین فطین بھی ہوسکتا ہے۔ نیک بھی ہوتا ہے لیکن سمجھداری نہیں ہوتی۔ صاحب قلم ہوتا ہے لیکن تفقہ اور بصیرت اس سے کوسوں دور ہوتی ہے۔ وہ نرا اناڑی ناقل اور کھوکھلا ہوتا ہے۔ اس وقت قلم کے اکثر تیس مارخاں اسی قسم کے ہوتے ہیں۔

- **صحیح سمجھ کی سطح**

سمجھ کی ایک سطح حیات دنیوی کی ہوسکتی ہے اور دوسری سطح آخروی ہوسکتی ہے۔ دنیوی سطح کی سمجھ داری تو بکثرت موجود ہے اور ہر طرف اس وقت اس کا بول بالا ہے اور ہزار ہا ہزار دنیوی سطح کی سمجھداری کے ہوسکتے ہیں لیکن یہ بھی باور رہے کہ دنیوی سطح کی ساری سمجھداریاں بسااوقات دینی سچائیوں کے میزان میں ایک ذرہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتی ہیں۔ اور موجودہ دور کی ساری سمجھداریاں تو ساری ربانی سچائیوں کے ساتھ تصادم میں ٹکی ہوئی ہیں۔ ساری کائنات کے ذرے ذرے کا مالک خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ بہت سی ارضی مخلوقات پر اس نے انسان کو اپنی

مصلحتوں اور مفادات کے لئے ان میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے حسب حال تصرف کی صلاحیت دی ہے۔انھیں اس کے لئے مسخر کر دیا ہے اور کائنات کی ساری سرگرمیاں اس کے حق میں مفید ہی مفید ہیں۔

انسان کو کائنات ارضی سے استفادے کی چھوٹ بھی ملی ہے اور اس کی اسے صلاحیت بھی ملی ہوئی ہے۔ وہ ان میں نوع بہ نوع تصرف کرتا ہے اور مسلسل مادی فروغ کے مواقع نکلتے رہتے ہیں۔ مادی صحیح سوجھ بوجھ کی ساری صلاحیتیں دن بدن نمایاں ہوتی ہیں۔تعمیر ارض کا کام تسلسل سے جاری رہتا ہے۔ خلافت ارضی کا مادی تقاضا پورا ہوتا رہتا ہے۔ امتیاز بشر کی مادی علمی صلاحیتیں نکھرتی رہتی ہیں۔

مادی سوجھ بوجھ میں انسان کی صلاحیت از آدم تا ایں آدم کبھی رکی نہیں۔اس میں جاہل سے لے کر عالم تک اضافہ کرتا رہا اور اس میں انسان آج اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ حیرت زدگی آ گھیرتی ہے انی جاعل فی الارض خلیفۃ اور ''وعلم آدم الاسماء کلہا'' کے سارے تقاضے پورے ہو رہے ہیں بلکہ ہر شے اضافے میں چل رہی ہے۔

● صحیح دینی سوچ

صحیح سوچ کا دوسرا پہلو دینی پہلو ہے جس کا تعلق ہے ان آیات سے۔

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعاً فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُون (البقرہ:۳۸)

ہم نے کہا یہاں (جنت) سے تم سب۔آدم حوا اور ابلیس۔ نیچے اتر جاؤ۔ پھر اگر تمہارے پاس میری جانب سے ہدایت آئے سو جو میری ہدایت کو جانیں اس کی تابعداری کریں ان کے لئے کوئی ڈر نہ ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعاً بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى (طہٰ:۱۲۳) تم سب یہاں سے نیچے اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے سو جو میری ہدایت کو مانے گا وہ نہ

گمراہ ہوگا اور نہ بدنصیب ہوگا۔

زندگی کا اصل کمانڈ صحیح دینی سوچ کے پاس ہوتا ہے۔دنیاوی صحیح سوچ سے صرف گوبر ذہن پیدا ہوتے ہین اور دھرتی کی مٹی سے چپک کررہ جاتے ہیں۔صحیح دینی سوچ سے حسنات دنیا وآخرت دونوں کا حصول ممکن ہوتا ہے اور یہ عبادالرحمٰن کی خوبی ہوتی ہے۔ان دوآیتوں میں اللہ تعالیٰ نے راہ یاب صحیح سوچ کے لوگوں کے متعلق فرمایا کہ انھیں کوئی خوف وملال نہیں ہوگا۔ نہ وہ بدبختی وگمراہی کا شکار ہوں گے۔

● دینی سوچ کا بناؤ بگاڑ

دنیاوی صحیح سوچ کے متعلق حدث ولاحرج۔اور دنیاوی غلط سوچ بحرلاساحل لہ چھوڑیں اس کی بات۔دینی صحیح سوچ کی بات اہم ترین ہے اور سعادت دارین کا ضامن ہے صحیح سوچ بننے کے لئے جسن نیت،عمل صالح،بصیرت،حلم وبردباری،حق شناسی اورابلاغ حق کا کم ازکم کم تحقق ہونا ضروری ہے۔اگر یہ خوبیاں کسی انسان کے اندرفراواں ہوں تو صحیح سوچ بن سکتی ہے۔اگر دینی صحیح سوچ کے مدعی یا شہرت یافتہ کی زندگی میں ثنویت ہوتو وہ صحیح سوچ کا انسان نہیں بن سکتا۔ نفاق،لالچ،شیخی،غرورجہل کا مارا انسان صحیح سوچ نہیں حاصل کرسکتا۔ایسا دیکھنے میں آتا ہے لوگ پیروی رسول کے مدعی۔اہل حدیث ہونے کا غرہ ایسا کہ جنت ان کے لئے ریزرو۔دین داری کے سارے مظاہر پورے مگر سمجھ ذرا بھی نہیں۔فردی اجتماعی زندگی اباحیت،خیانت سے لبالب بھری ہوتی۔روزمرہ زندگی میں سارے تصرفات فاجرانہ فاسقانہ اور بسااوقات کافرانہ۔انسان کی پسند عادات،رویے تصرفات سارے کے سارے برخود غلط۔لوگوں کے ساتھ تعلقات میں غلط،سماجی رویے غلط بحیثیت امت زندگی گزارنے کی کوئی فکر نہیں کوئی خاکہ نہیں۔تناصح امت کے بجائے مفادات ذات میں فنائیت تعصّبات اور مذہبی تصادمات میں انتہائی پست لین دین اور معاملات میں فیل۔حقوق کی ان دیکھی میں یکا وتاز۔مسئولیت سے کامل فرار برانڈنگ،اصدارحکم مین سرعت اور تیزی۔فروعات سے ایسالگاؤ کہ فرائض پس پشت۔اخلاق اور شخصی نفاست زیرو۔

● صحیح دینی سوچ کی کارفرمائی

صحیح دینی سوچ ایک کامل سوچ ہے اور عظیم ترین بھی۔ اس سے دین کا جامع مکمل فہم حاصل ہوتا ہے۔ اور زندگی کو منظّم اور استوار کرنے کا سلیقہ بھی آتا ہے۔ یہی سوچ دینی نظام حیات کو چلانے کی اہلیت رکھتی ہے۔ اور سارے شرائح حیات میں دین کا نور پھیلا سکتی ہے۔ پوری زندگی کو توازن اور وسطیت کی راہ پر چلا سکتی ہے۔ یہی صحیح دینی سوچ مسلمانوں کی اسلامی شخصیت کی تشکیل کر سکتی ہے صحیح اسلامی معاشرہ کی تشکیل کر سکتی ہے۔ صحیح اسلامی تعلیم کی تشکیل کر سکتی ہے۔ صحیح عائلی زندگی کی تعمیر کر سکتی ہے۔

صحیح دینی سمجھ ہی دینی بصیرت، تفقہ فی الدین ہے حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے کی صلاحیت الفرقان ہے۔ یہی امور فہم نصوص، تعظیم نصوص، استنتاج من النصوص، استدلال و قیاس کا سارا عمل سنبھالے ہوئے ہے۔ اسی سے فہم دین و فہم نصوص قرآن و سنت میں استقامت قائم رہتی ہے۔ قرآن فہمی میں کجی سے تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ تحریف دین، باطل تاویلات اور ابتکار بدعات سے بچا جا سکتا ہے۔

صحیح دینی فہم۔ صحیح دینی سمجھ اسلامی عقیدہ و عملی زندگی کی حقیقتوں اور نفیس و پاکیزہ انسانی سیرت و کردار سے جڑی ہوئی ہے۔ اس کا عمل اور اس کی کارفرمائی غیر مرئی اور خاموشی بھی ہوتی ہے۔ اور عیاں بھی ہوتی ہے اسی سے انسان کا رویہ بنتا ہے اور موقف بھی بنتا ہے۔ اسی سے انسان کے صحیح فیصلے بھی صادر ہوتے ہیں اور اسی سے صحیح تنظیم حیات بھی ہوتی ہے۔ اس سے اسلامی عمل اور ان کی شناخت کے پیرامیٹر بھی بنتے ہیں۔ یہ محض نظریاتی شے نہیں ہے کہ کسی شے کا ایک تصور ذہن میں ابھرا اور دیر سویر مٹ گیا۔ یہی ہر چھوٹے بڑے کی قوت محرکہ ہے اور عملی و اعتقادی رہنما بھی ہے۔

ہر دور میں اور تقریباً ہر جگہ کچھ ہی لوگ ہوتے ہیں جو صحیح دینی فہم و دینی سوچ کے حامل ہوتے ہیں۔ عموماً لوگ ذات زمان اور مکان کے حالات و مفادات اور مصالح کے شکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ انسان کے قلوب و اذہان پر عموماً ذاتی وقتی اور علاقائی حالات و ظروف کا ریفلیکشن ہوتا ہے اور سبھی قلوب و اذہان انھیں کے ریفلکشن کے شکار رہتے ہیں۔ کسب و اکتساب کا مسئلہ ہو، افکار و نظریات کی بات ہو تعلیم و تعلم کی بات ہو، سماجی امور کی بات ہو، دینی امور کے کامل فہم، اور کامل

تنفیذ کی بات ہو،حق وحقوق،آداب ومعاملات کی بات ہو۔پسندونا پسند عادات واطوار کی بات ہو عموماً سبھی تعلیم یافتہ یا غیر تعلیم یافتہ ذاتی وقتی علاقائی حالات وظروف کے ریفلکشن میں گھرے رہتے ہیں۔

صحیح دینی سوچ اورفہم کا انسان اصولی سوچ رکھتا ہے دین کی اساسیات پر قائم رہتا ہے جن سے اس کی شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے،مکمل زندگی کی تعمیر ہوتی ہے وہ ان میں خود کو محصور کر لیتا ہے انھیں میں گھرا رہتا ہے اس کی چھوٹی بڑی ساری سرگرمیاں دینی اصول دینی ضوابط اوراساس دین کے مطابق سرزد ہوتی ہیں۔وہ اپنی سوچ اور عمل کو اس طرح استوار بناتا ہے کہ خود اس کی زندگی اسلام کی عملی تصویر سحرانگیز انداز میں نمایاں ہو۔

● ناقص دینی سوچ

جب انسان ذاتی وقتی اور علاقائی حالات وظروف کے کمپلزن میں جیتا ہے۔اوراس کا عادی بن جاتا ہے اورعموماً لوگ اس کے عادی ہوتے ہیں۔پھر بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اس کمپلزن سے باہر آسکے۔اور یہ بھی تو ایک اہم مسئلہ ہے کہ اسلام کے برعکس بروقت حالات وظروف ہیں اوراغراض بشری بھی مضبوطی سے انھیں سے جڑے ہوئے ہیں۔بروقت حالات یہ ہے کہ لوگ حالات کے دباؤ سے باہر نکلنے کا سوچ ہی نہیں سکتے۔بلکہ بد سے بدتر حالات وظروف کا ساتھ دینے کے لئے لوگ بے تابی سے تیار رہتے ہیں۔لوگوں کے روزانہ تصرفات میں اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

اسلام مخالف حالات وظروف میں ایک بدترین شکل یہ نکلتی ہے کہ لوگ دین کو مختصر کر لیتے ہیں۔یہ ان کی بات ہورہی ے جو دین کے رکھوالے مانے جاتے ہیں۔ان کی اکثریت خیروشر کے درمیان تمیز کرنے سے عاری ہوتی ہے۔وہ کسی بھی شر کی پیدل فوج بن جاتے ہیں۔ دوسروں کو جانے دیں اپنے حلقے کے سارے مولوی ہیرا بائی کو حور بہشتی بنائے پھرتے تھے جس نے مسلم انڈیا کا سب سے بڑا فراڈ کیا اور بے ضمیری کہئے یا ناقص دینی سوچ کہ پچاس ہزار کروڑ کے فراڈ کے دعاۃ رات دن اس کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے سب کچھ لٹ گیا اور لٹنا ہی

تھا۔لوٹ کے مال سے صاحب جائداد بنے دعاۃ دین لطف اندوز ہورہے ہیں۔اوران گائیڈڈ پبلک فراڈ کے دلالوں کو رہنما بنائے پھرتی ہے۔کسی کے اندر ذرا بھی اس کا احساس نہیں ہے کہ مسلم انڈیا کے سب سے بڑے Scam سے پبلک کتنا آہت ہوئی ہے۔ یہ دراصل عام فکری اخلاقی اور عملی بحران کی دلیل ہے۔ بے عملی ناسمجھی شرپسندی منافقت لالچ اور اباحیت پسندی کی بے شمار کہانیاں ہیں۔لوگوں کے رویے سے ایسا لگتا ہے سب مباح ہے پورا سماج کھوکھلا ہے۔

یہی کم نظری، جہالت اور بے حسی لوگوں کی پہچان بنی ہوئی ہے۔ایسے ماحول مین اگر توقع کی جائے دین پسند اور دین کے رکھوالے کسی درد کا علاج ہوسکتے ہیں تو ذرا سوچنا پڑے گا۔اس وقت ناقص سوچ کا ہر طرف غلبہ ہے۔

ہندوستان کے شہری کی حیثیت سے ہماری دینی حالت کیا ہے؟ ہر شر اور شریر کو اکسپٹ کرنے کی عادت اور خیر وصالح انسان کا رجکشن ۔ناقص دینی سوچ کی بنا پر انسان کی اعتقادی وعملی زندگی میں جو گیپ خلل اور نقص پیدا ہوتا ہے، اس خلل کو اباحیت پسندی بھرتی ہے۔ جب انسان ذاتی مفادات ، وقتی اور علاقائی بھرم میں جیتا ہے تو اس کے اندر خلا پیدا ہونا لازمی ہے اور عموماً اباحیت پسندی ہی اس خلا کو بھرتی ہے۔سارے لوگ، ساری بستیاں، سارے شہر اباحتی عمل، سوچ اور رویوں سے بھر جاتے ہیں۔

اس وقت دیکھیں اور غور کریں ہم جہاں رہتے بستے ہیں لوگ ہماری شناخت ختم کرنے کے درپے ہیں۔ پبلک مقامات پر نماز نہیں پڑھ سکتے ۔دستور اور قانون کے برعکس میتھ (افسانویت) جن کا مذہب ہے ان کی اکثر عبادت گاہیں پبلک پراپرٹی پر ہیں اور پبلک میں دھڑلے سے دین کے نام پر وہ سب ہوتا ہے جو نہیں ہونا چاہیے۔کانوریا، گنیش پوجا، درگا پوجا، چھٹ پوجا اور نہ معلوم کیا الا بلا سب کے سب کہاں انجام پاتے ہیں۔ پبلک میں پبلک کے راستے روک کر۔

اس ملک میں ہندتو کو اپنانے کے لئے ہر طرح کا جبر ہو رہا ہے اور اسلام پر عمل کرنے پر ہر طرف بغض وکراہیت کا اظہار ہوتا ہے۔حالات کا دباؤ تھا پہلے مسلمان کانگریسی بن گئے۔ پارٹی کی پیدل فوج بنے ہوئے تھے اور اس کے لئے اس کے افکار کے لئے جسم اور روح سب سپرد کئے ہوئے تھے۔مسلمانوں کا یہ عمل ناقص دینی سمجھ کی بھرپور عکاسی ہے۔ عجیب مدہوشی تھی لوگوں کی۔

اس کے لیڈروں کو مسلمانوں نے مقدس بنا رکھا تھا۔ناقص سوچ نے کانگریس کے ساتھ اس ذہنی انسلاک کے ساتھ مسلمانوں کو اباحیت پرستی کی راہ پر ڈال دیا تھا اور آج بھی مسلمان کانگریسیت کے سارے افکار ونظریات فکرا اور عملا اپنی زندگی میں داخل کئے ہوئے ہیں۔اسی کی اساس پر ان کی ساری تنظیم سازیاں ہیں اور ان کی ساری تعلیمی ودعوتی اور سماجی سرگرمیاں ہیں۔قومیت پرستی، جمہوریت پرستی اور سیکولرزم پرستی ہے۔اور کانگریسیت میں ڈھلی۔اشخاص ورجال پرستیاں ہیں۔ اوراب جب سے ہندتو کا غلبہ ہے قلوب واذہان اس میں ڈھلنے لگے ہیں اور یہاں ذہنوں کو اس کے مطابق ڈھالنے کے لئے جبر بھی ہے خاص کر اسکولنگ کی راہ سے یہ جبر پارلیامنٹ،اسمبلیوں، پارٹی پالیسیوں، بیانات میڈیا سڑک ہر جگہ سے یہ جبر ہونے لگا۔مسلمانوں کی طرف سے بظاہر اور بباطن بھی جبر پر تقبل ہے۔اکثریت کے میتھ (افسانویت) کو منوانے کے ہر طرح کے دھندے ہیں۔اور اس کے ساتھ اب نفرت گالیوں کا ریلا ہے اور بلڈوزر کی مار ہے۔ ہر طرف بلڈ ورچل رہے ہیں سب کچھ تباہ کرنے کے لئے اور بل پاس ہو رہے ہیں سب کچھ چھین لینے کے لئے۔الیکشن بھی عجیب نشے کی چیز ہے ہر دم کسی نہ کسی شکل میں الیکشن بپا رہتا ہے۔الیکشن ہر قسم کے کرپشن کی تربیت گاہ ہے۔انسان کو درندہ بنانے کا عمل، ہر خیر سے ننگا کرنے کی عملی شکل۔اس نظام کفر میں اتنا رس ہے کہ سب بلا استثنا مکھی بنے اس سے جڑ جاتے ہی۔مولوی تک خیرات کے پیسوں سے اس میں زور دکھلاتا ہے۔ادنی دینی مروت وشرم کے بغیر نیتا بننے میں فخر محسوس کرتا ہے ۔دینی تنظیمات میں کفریہ الیکشن کے اندر وہ طاقت آجاتی ہے کہ سارے مولوی بک جاتے ہیں اور ابلیس کا پیر دبانے بیٹھ جاتے ہیں۔

روزمرہ زندگی میں ذاتی مفادات ومصالح کی وہ سرکشی ہے کہ انسان کو سراوجھرا ابلیس کے سامنے سجدہ ریز کئے رہتی ہے۔مفادات کی خاطر انسان پستی کے آخری حضیض میں گرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔مفادات کی خاطر انسان کے دین، ایمان امانت، تقوی، انسانیت ،شرافت سب کی خودکشی ہوجاتی ہے اور بلا ادنی خلش کے۔روزی روٹی کی عنوان سے ایمان کی جان کنی رسم ورواج کے نام پر اخلاقیات کی خودکشی ،شہرت وترقی کے نام پر ایمان سے دست کشی، بچوں کی تعلیم کے نام پر سچائیوں سے روگردانی ، ناقص دینی فہم نے لوگوں کو نحوست زدہ ، ہوس زدہ عقل

فروش دین فروش بنا دیا ہے۔ دوسرے لفظون میں ذاتی مفادات مقامی اور وقتی افکار دونوں کے روزمرہ دباؤ اور تیزی نے مسلمانوں کے دینی فہم کو ناقص بناڈالا ہے۔ اور جو حالات کو درست کرنے کی دعوت لے کر اٹھے انھوں نے ان ساری بے دینیوں کو دینی سند دے دی بلکہ مسلمانوں کے دینی رویے ہی پر ڈاکے ڈال دیئے دیکھ لیں تحریکیت کی روح فرسا سرگرمیاں۔

ذاتی مفادات زمانی ومکانی رویے اور افکار قابل سے قابل پڑھے لکھے لوگوں کو اپنے اندر اسیر کر لیتے ہیں حتی کہ ان کی اخلاقیات تک زیرو ہو جاتی ہے۔ آج قابل ترین علماء کی اخلاقی حالت خست میں الجھی رہتی ہے اور وہ مکمل دنیا دار ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ عصرانیت زدہ ذہن ایسے اخلاق سے عاری لوگوں کی مالا جپتے ہیں۔

● صحیح دینی سوچ کی بناء وفرغ کی راہیں بند

صحیح دینی سوچ کی بناء وفروغ کی راہیں بند ہیں۔ ہر آن ہر لمحہ ناقص دینی فہم اور سوچ کو فروغ مل رہا ہے اسی کو پسند بنالیا گیا ہے ناقص دینی فہم وسوچ میں کسی قسم کا التزام نہیں ہے۔ صحیح دین کے قیام کا نظم نہیں ہے صرف زبانی جمع خرچ ہے بلکہ سیکولر طرز پر سب آزاد، جیسا چاہو کرو، جیسے چاہو رہو، کوئی نظم نہیں کوئی احتساب نہیں، کسی تسدید کی ضرورت نہیں۔ حلال حرام کی درجہ بندی نہیں اباحیت ہی اباحیت۔ امامت، خطابت، تربیت، تعلیم، تنظیم سازی، سب اباحیت کے دائرے میں۔ محض زبانی جمع خرچ، ساری بدمعاشیاں حرام خوریاں، عیاریاں، اسلام کشیاں، فریب دہی کی بے تحاشا سرگرمیاں۔ ہنسی خوشی سب خوش۔ سب صحیح، سب کچھ صحیح۔ لمبی داڑھیاں بھی اسلام دشمنی میں خوش۔ پرجوش مبلغ اور مقرر بھی اسلام مخالفت میں خوش۔ مخطوطہ محقق اسلام سے دست کشی میں خوش۔ قلم کار بھی حالات وظروف کے ساتھ۔ منافقت، فراڈ، دھوکہ، ضمائر کی خرید فروخت، خیانتوں کی ہمہ گیر کارفرمائی، باطل وشر کی حکمرانی پر لبہائے خموش۔ دین کی ہمہ گیر مخالفت، یا بدعملی پر مکمل سکوت یا اپرووِل، پوری زندگی سے اسلام کا اخراج۔ بے دم بے روح اشخاص صرف سفید پوش بقیہ سیاہ ہی سیاہ۔ ہر طرف باطل کی ہلچل، غلغلہ شور، غلبہ، تحکم، اس وقت اگر کسی کے پاس صحیح علم بھی ہے پھر بھی وہ ناقص العلم ہو جاتا ہے اور بڑے سے بڑے عالم کے

پاس بھی اخلاقیات کا اتنا مقدار نہیں ہوتا کہ وہ کسی طرح سماج میں موثر بن سکے۔ میں اپنے ہمعصروں میں دیکھتا ہون کوئی کتنا قابل ہولیکن اصل میں ہوتا ناقص فہم کا، اور ناقص یا زیرو اخلاقیات کا۔

اس وقت صحیح دینی فہم اورسوچ کی تعمیر اورفروغ کے لئے راہیں اس قدر بندھیں کہ صحیح دینی فہم اورسوچ کا انسان ماحول میں غیر مانوس اور اجنبی شے بن جاتا ہے۔ اس وقت باطل نے ہرمسلمان کی منجی ٹھونک دی ہے۔ اس کے لئے کوئی راہِ فرار ہے ہی نہیں۔ دس پانچ فیصد خیر کے لئے گنجائش نہیں ہے اور مضحکہ یہ ہے کہ کچھ نا تجربہ کار کم فہم منہج کا ہر ایک پر اطلاق کرتے پھرتے ہیں اور اس شان تبختر کے ساتھ جیسے ''منہج'' کا ان کے حق میں تحفظ طے کر دیا گیا ہے۔ اسے پاگل پن کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ اگر ہر آدمی کے دین کا فیصلہ ہوتو کون صحیح سلامت بچے گا سب کو اپنے نتائج سے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ خیر کے جس قدر امکان ہیں۔ خیر کو فروغ دینے کی جتنی گنجائش ہے اسے انجام دینا چاہیے۔ داعی بن کر رہنا چاہیے۔ ہر ایک کو جج بننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ ورنہ قضاۃ کے کپڑے سب سے پہلے اتر جائیں گے۔ دعاۃ بنیں قضاۃ نہ بنیں۔ شیخ ربیع کی جونقالی کرتے ہیں وہ ہر قدم پر جج بننے کا دم بھرتے ہیں داعی بننے کی ذمہ داری سے فرار اختیار کرتے ہیں۔

دین کے ناقص فہم کا سب سے بڑا نمائندہ خارجی اور رافضی ہوتے ہیں۔ ان کا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دین اور اصل اصول دین کے باغی ہوتے ہیں۔ نبوت وخلافت راشدہ تک کے باغی ہوتے ہیں۔ کسی بھی دور میں اصل دین اور معتبر رموز دین کے باغی خارجی قرار پائیں گے۔ موجودہ دور میں کفر کا راج ہے۔ دین سمٹ کر مساجد اور مدارس تک رہ گیا ہے۔ اس سمٹے سمٹائے دین میں بھی جنونی قسم کے لوگ ڈنٹ لگاتے پھرتے ہیں۔ اور اس گئے گذرے دور میں جس میں چوائز ہی نہیں ہے جبر ہے، کم عقل جاہل جنونی لوگ چوائز ڈھونڈھتے ہیں اور ہر دم علماء کی چھٹنی کرتے پھرتے ہیں ایسے ملعون لوگوں کے جہل نے کسی صندوق کسی بخش کسی ملا کسی فٹیچر کو امام بنا رکھا ہے اور یہ جن کو استنجا کے مسائل کی خبر نہیں فتوی دیتے پھرتے ہیں۔ روز کسی کو دین ومنہج سے نکالنا اور کسی جاہل کو اپنے اندر سمیٹنا اور دو چار شیاطین کو لکے چھپے کسی کونے میں نفس پرستی کا

بتپسما دلانا ایسے بے شرم ابلیس کے بندے اپنی نفس پرستی کی ہوس پوری ہی نہیں کر پاتے۔اپنی ذات کی پوجا سے ان کا جی ہی نہیں بھرتا۔ایسے ناقص العقل جو اپنا انتساب اہل حدیثوں سے کرتے ہیں بلکہ خود کو اہل حدیثیت کے ٹھیکیدار بھی سمجھتے ہیں۔ایسے سیکولر ملاؤں کی بھر مار ہے۔ اوران بندوں کو نچانے کے شوقین ڈھیلے ڈھالے پیشہ ور مولوی اور شبہ جاہل لوگ ہوتے ہیں جن کا علوم دین سے کوئی تعلق نہیں بس تفردات شذوذ ، مداری پن چمتکار اور ادعاء کے دیوانے ہوتے ہیں۔اوران نفس کے بیماروں کو اسٹیج پر سجاتے ہیں اور روگ کو پالتے ہیں۔

پورے ہندوستان میں ایسے بہروپیوں سے لوگوں کا سابقہ پڑتا ہے ان کی جرأت ، ہٹ دھرمی اور سرکشی سے لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔ان کے لیے منہج کا لگام لگانے کی ضرورت پڑتی ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے ایک طرف اگر ان کے متعلق تصحیح موقف کی بات ہوتی ہے تو دوسری طرف شکم پرور یا تندرات کے شوقین انھیں پبلک کا ہیرو بنا دیتے ہیں۔اس سلسلے میں کچھ لوگ بڑے شوقین واقع ہوئے ہیں۔سارے کرمنل ٹھگ خونۃ کو اسٹیج پر سجانے یا ان کی جوتیوں میں چلنے یا ان کا جھولا ڈھونے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ان کی زندگی کا یہی مشن بن گیا ہے اوران کی زندگی کی یہی کمائی بن گئی ہے۔ذرا بھی اللہ کا خوف نہیں۔نہ خیر وشر اچھے برے کی تمیز۔فکرونظر کی یہ انتہائی پستی ہے اکثر لوگ اس سلسلے میں بے موقفے ہوتے ہیں۔کسی بھی ٹھگ مجرم زینٹے کو شہرت مل گئی بس اس کو آقا ماننے کے لیے تیار رہتے ہیں۔دین کو ایسے لوگ بالکل سیکولر سطح پر رکھتے ہیں اور اباحیت پسندی کی راہ پر چلتے ہیں۔حالات ایسے ہیں کہ ایک ہی اسٹیج پر سانپ بچھو، دین کے باغی، دین کے بیچنے کھانے والے،شر وفساد کے پیغامبر اور کچھ شریف سمٹے سمٹائے ایک ساتھ بیٹھے ہوتے ہیں۔

جب سے ابوالدنیا جمعیۃ کو چرائے ہوئے ہیں۔ان کے چوری کے اسٹیج پر تو سب برابر ہیں سب آئیں اوران کی شان سوداگری کو خوب بڑھائیں،شہادت زور کا اجتماعی منظر پیش کریں۔ ایسے غیر شرعی بلکہ دین کے باغی اسٹیج پر سارے دین کے سوداگر اکٹھا ہوتے ہیں۔ دین کی سوداگری کے رنگ برنگ بہروپ نظر آتے ہیں اور بے پناہ دینی قربانیوں کا تذکرہ ایسے دھڑلے سے کرتے ہیں جیسے اللہ کے رقیب وحسیب اور علیم وقدیر ہونے کا عقیدہ ختم ہو چکا ہے۔دین کے

ناقص فہم کے یہ نتائج ہیں کہ باطل اور اہل باطل شر اور اہل شر بھی خیر مجسم اور مجسم صالح نیک اور متقی بن جاتے ہیں۔اور ساری کتابی صلاحیتیں خیر وشر صالح اور بد باطن کے درمیان تفریق کرنے کی صلاحیت کھو چکی ہیں۔

صحیح دینی فہم کو دل ودماغ میں بسانے کے لئے صلحاء اور علماء کہاں ہیں اور ماحول کہاں ہے جب قائدین کا ہر وقت یہ حال ہے کہ آمین ورفع یدین کے مباحث پر لڑیں گے اور وہ شر وباطل جس سے تدین اور صالحیت کا صفایا ہوگیا ہے اس کے بارے میں خبر ہی نہیں۔ساری زندگی کفر کے قانون کے تحت گذر رہی ہے اور جن مساحات حیات میں اختیار ہے وہاں دین جمع غائب ہے اس پر ذرا بھی دل نہیں مسوستے۔

تنظیم ہی کو دیکھ لیں پوری اہل حدیث برادری کا اسٹیج ہے۔ہر فرد کو اس سے وابستگی ہونی چاہیے اور برادری کے دینی وجائز دنیوی مفادات کا تحفظ ہونا چاہیے اور اس پر اثر انداز سارے ضرررساں امور سے بچانا چاہیے۔نہ فہم وشعور ہے نہ مقصد ہے نہ منزل ہے۔نہ جادہ ہے۔ایک سانڈ نے اس پر قبضہ جمالیا ہے اور اس کے ساتھ ہر جگہ ایسے سانڈ مل گئے ہیں چرنے بائیں بائیں کرنے اور گندگی پھیلانے کے سوا ان کا کوئی کام نہیں۔ایسے ناقص العقل ناقص فہم خبیث باطن اور خائن یہ گمان بھی پالے ہوئے ہیں کہ ان جیسا کوئی نہیں۔اور کیوں نہ ہو جب سارے علامہ، سارے منہجی، سارے محظوظہ اکسپرٹ سارے خطباء سارے قلم کار سارے سیٹھ، سارے شعراء انھیں سراہتے ہیں اور تنظیم کو ''الجماعۃ'' مانتے ہیں من شذ شذ فی النار کا فتوی دیتے ہیں پھر کیوں نہ قبضہ مافیا چور اچکے خود کو اعلی واشرف سمجھیں اور تنظیم کو اپنے جیب کی چیز بنالیں۔بات صرف اباحیت پسندی کی ہے Happy go کا الحادی ماحول ہے۔سنوات خداعات میں سب الٹا چلتا ہے جھوٹے سچے، سچے جھوٹے، خائن امانت دار اور امانت دار خائن، چیپ نیتائی، حالات وظروف کم فہم چوروں، اچکوں، ٹھگوں اور قبضہ مافیا کے لئے سازگار ہیں۔

ناقص دینی سوچ کا حجم اتنا بڑا ہے کہ صحیح دینی فہم کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں رہ گئی ہے اور کفر کے غلبہ کے سبب دینی فہم اتنا سکڑ اور سمٹ گیا ہے کہ بڑے بڑے علامہ حضرات بھی یک قومی نظریہ ہندوستانی قومیت ، جمہوریت اور سیکولرزم کے دیوانے ۹۰ فیصد اور اہل حدیث

۱۰فیصد ہیں یا اس سے بھی کم۔منہجی غیر منہجی سارے اہل حدیث اسی طرح کے ہیں پھر دین کہاں دین دار کہاں؟اور منہج کہاں؟خواہ مخواہ کی لپ سروس۔

یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جو کامل التزام سنت وشریعت کے علی الاطلاق دعوے سے تھکتے نہیں۔ان کا کیا حال ہوگا جو فکر کج رکھتے ہیں جو کمیونسٹ،ملحد، بھاجپائی،عصرانیت زدہ حداثت زدہ ہوگئے ہیں۔مکمل سیکولر یا ہیومنسٹ فیمنسٹ بن گئے ہیں یا مکمل کانگریسیت کے شکار ہیں۔یا پکے دنیادار کرمنل،روڈ مین،ٹھگ،چار سو بیس،قبضہ مافیا زانی چور سود خور حرام خور بن گئے ہیں۔قبر کے پجاری،گینگ باز مافیا بن گئے ہیں۔ان کا کیا ہوگا۔

بے ضمیری وکم فہمی کا یہ عالم تھا اور ہے کہ بیرون ملک اہل حدیث مولوی تنظیم اہل حدیث کو جیسے خلافت راشدہ کا درجہ دیئے ہوئے تھے اور اس کے ذمہ دار خونہ جو پوری اہل حدیث برادری کے خائن ہیں چند لوگوں کے نہیں،ان کو حضرت عثمان بنائے ہوئے تھے کہ قمیص خلافت اتارنا نہیں۔اس حماقت بے ضمیری جہل اور نفس پرستی کا ہے کوئی علاج؟بڑے بڑے علامہ حضرات کی فکر ناقص اور کم ظرفی وبے ضمیری پر آج تک ماتم کرتا ہوں۔

ناقص دینی فہم یا دینی سوء فہمی کے مظاہر پوری زندگی میں عیاں ہیں بلکہ جسارت ہے کہ دین کو کنارے لگائے امانت ودیانت سے دشمنی کئے لوگوں کی زندگی گذر رہی ہے۔دینی سوء فہمی کے مکمل اثرات تعلیم قلم کاری،خطابت،ویلفیئر جن کو جو دینی سرگرمی مانا جاتا ہے سب پر عیاں ہیں۔

ہمارے یہاں جس طرح کی اداروں میں ہلڑ بازی ان میں اتنا پھوہڑپن ہے کہ اس کی قباحت دوسروں کو محسوس ہوتی ہے۔لیکن ہمارے ادارے والے اتنے گھاگ بے ضمیر تماشا باز ڈھونگی ہیں اور اتنے خون چوسنے والے جاگیردار ہیں کہ ساری ہولنا کی کے باوجود انکے اوپر ذرہ برابر اثر نہیں ہوتا ہے۔

دینی کم فہمی یا سوء فہمی کے ایسے کیریکٹر ہمارے سامنے ہیں کہ جب میں ان کو یاد کرتا ہوں تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔واللہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا بڑا بکھان ہوتا ہے قابلیت کا علمیت کا ذہانت کا۔اخلاقی معیار اور صحیح فکر کے سندر بھ میں وہ گنوار اجد ہلڑ باز اور خبث باطن کے اسیر نظر آئے۔وہ اتنے خود پرست،تعریف پرست فتنہ پرست نکلے کہ ان کا نام قلم لکھنے سے ابا کرتا ہے

اور ان کا نام سن کر ابکائی آتی ہے۔ ڈارک فورسز کے نمائندہ گندی ذہنیت کالے کرتوت فساد ودیگر۔

ہمارے یہاں فیلڈ میں اترا ہر شخص چاہے جس فیلڈ میں ہو دین میں سوءفہمی کا شکار لگتا ہے۔ نہ اجتماعیت کا شعور، نہ سیرت وکردار نہ سیرت سازی کی اہمیت، نہ منصوبہ نہ کام کی ترتیب، نہ وقت نکالنے کا جذبہ، نہ تربیت نہ ترشید، نہ رہنمائی، نہ اسلامی اخوت نہ خیر وشر کا صحیح شعور، نہ دینی تقاضوں، علمی ودعوتی تقاضوں کا تیقن۔ نہ ملک میں ہندتو گھیرابندی کا احساس، نہ تحفظ اور تباہی کے بارے میں فکر۔ ناقص فہم تغافل دنیاداری ڈھونگ اور خیانت نتائج ہیں ناقص فہم دین کے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں ناقص فہم بھی نتیجہ ہے بدعنوانی اور نالائقی کا۔

☆☆☆

ملی بقا اور تحفظ کا مسئلہ (۳)

بھارت میں مسلم تحفظ کا مسئلہ خاص کر اور دلتوں کے تحفظ کا مسئلہ عمومی طور پر بہت پیچیدہ ہے دلتوں کے تحفظ کا مسئلہ تو ہزاروں سال سے منہ کھولے کھڑا ہے۔ مسلمانوں کے تحفظ کا مسئلہ ۱۹۴۷ء سے زیادہ پیچیدہ ہو گیا ہے۔ کانگریس کا تقسیم ہند کا اجتماعی فیصلہ اس بات کا غماض تھا کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کو تتر بتر اور کمزور کرنا چاہتا تھا۔ تقسیم کا اس کا فیصلہ کسی مجبوری کا مسئلہ نہیں تھا۔ تقسیم کا اس کا فیصلہ بدنیتی اور چالاکی کا مسئلہ تھا۔ بدنیتی اور چالاکی جب ایک جگہ اکٹھا ہو جائیں پھر کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا ہے وہاں نفاق کا راج ہوتا ہے۔ تقسیم ہند کا کانگریس کا فیصلہ سیاسی منافقت کا فیصلہ تھا۔ ادھ کچا فیصلہ تھا۔ بزدلی اور حماقت کا فیصلہ تھا، دانشمندی، بڑکپن اور حل مشکلات کا تقاضا تھا کہ آزاد کا فارمولا مان لیا جاتا یا پھر یہی بناء تقسیم ہند ہوتا اور نقل مکانی کے منصفانہ طریقے اور مدت طے کر لئے جاتے اور سارے مسلمانوں کو نئے ملک میں بھیج دیا جاتا اور سارے غیر مسلموں کو ان کے نئے ملک میں۔ بہیمانہ و مفتر سانہ نہیں جیسا کہ تقسیم ہند مین انارکی اور کالیس کا راج تھا یا تقسیم ہند کے عمل اور نقل مکانی کو تماشا اور سازش بنا دیا گیا تھا۔ یا نسل کشی کا میلہ لگایا گیا تھا۔ حیرت ہوتی ہے کانگریس منافقت اور لیگی بے بسی پر۔ کانگریس منافقت بھیڑیوں اور گدھوں کی سطح پر آ گئی تھی۔ اور لیگی بے بسی چند سالہ بچے کی بے بسی پر۔ نفاق اور بے کسی نے تقسیم ہند کو لہو بہانے، آبروؤں کو روندنے اور پراپرٹیوں کو جلانے اور چھیننے کا نیلام گاہ بنا دیا گیا تھا۔ طاقتور دست و پا کو بھیڑیا اور درندہ بنا دیا گیا تھا۔ بیسویں صدی کے لیڈروں کے یہ کمالات تھے۔ مغربی درس گاہوں میں مادیت کا سبق پڑھ کر مسٹر بننے والوں کے یہ کرتوت تھے۔

مسئلہ تقسیم ہند تک نہیں رکا انسانیت کشی اور نسل کشی میں تقسیم ہند کی لگیسی چل پڑی۔ کانگریس پارٹی اس منافقت کو لے کر چلتی رہی اور بھارت میں بے بس مسکین اور مجبور مسلم اقلیت اسی منافقت کے سائے کو سایہ رحمت مان کر جیتی رہی۔ فسادات میں اور حکومتی فیصلوں میں لٹتی کٹتی مرتی رہی۔ سکڑتی کمزور ہوتی اور بے بس بے کس بنتی رہی۔

ہندتو فلسفہ دوسری طرف اس منافقت کے سایے کو بھی چھین لینے کے لئے اتاولا تھا۔ وہ اس کا قائل تھا کہ بھارت کی تقسیم نہیں ہونی چاہیے اور اس کے پیچھے جذبات کی ایسی دیوار کھڑی کی اور سب کچھ جھوٹ اور مکر پر کہ بھارت کا چپہ چپہ مقدس اس کی ہر شے دنیا کے دیگر جغرافیائی تہذیبی لسانی دینی علمی ناحیے سے برتر و مقدس۔ گوبر مقدس، موت مقدس گائے مقدس، پانی مقدس، مٹی مقدس سورج کی کرنیں مقدس۔ بھارت کا ایک پتہ بھی اٹھالینا دوسروں کے لئے حرام۔ اسی فلسفے نے مسلمانوں کو بھارت اور بھارتیوں کا مجرم بنادیا۔ ان کا بھارت میں وجود نا قابل برداشت ہوگیا۔ اگر اس فلسفے کے بس میں ہو تو مسلمانوں کے ساتھ تقسیم ہند کے موقع پر اس نے جو کیا اس سے بدتر کر گزرے۔

اس منافقت اور جارحیت کو جو بھی نام دے لیں۔ اس کا بھارت میں راج ہے اور اس نے ہندوستان جیسے زرخیز ملک، ہر ناحیے سے زرخیز ملک کو افریقہ اور لیٹن امریکہ کے کمزور ترین ملکوں سے پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ملک کی اکثریت ہر طبقے میں اسی منافقت اور جارحیت کا شکار ہے۔ یہی ان کا امتیازی فلسفہ بن گیا ہے۔ سیاسی منافقوں اور تہذیبی و دینی جارحیت پسندوں کے پاس اتنا دل پاور نہیں ہے کہ دونوں سیاسی و تہذیبی بھارتی کٹ آؤٹ ان سے پیچھا چھڑا لیں۔ اگر ایسا ہو سکے اور دونوں انسانیت نوازی حقیقت پسندی اور انصاف پسندی کو اختیار کر لیں امن شانتی برقرار رکھنا سیکھ لیں، دستور کی بالا دستی مان لیں، ہر فرد کو صلاحیت اور کارکردگی کے مطابق جینے کھانے کمانے کا موقع ملے تو ملک کے اندر اتنے امکانات ہیں کہ دنیا کا کامیاب ترین ملک بن جائے۔ مگر یہ ممکن نہیں لگتا دونوں آخری درجہ کے دلدر کٹ آؤٹ ہیں الا یہ کہ انھیں انسانوں کے لہو بہانے نسل کشی کرنے اور ستم کرنے کی سزا خود ہی مل جائے۔ تا کہ اپنے کالے کرتوتوں کا انجام خود ہی دیکھ لیں۔

ان دو سیاسی کٹ آؤٹ کے علاوہ بہت سے بھارتی بلا تفریق رنگ و نسل اور مذہب کے انتہائی ذہین، صاف ذہن، انصاف پسند، مہذب اور شائستہ ہیں انھیں سماجی انصاف، معاشی تقسیم اور بہترین حکمرانی کا تفصیلی علم ہے لیکن جنگل راج، نااہلوں کی حکمرانی جاہلوں کی نیتائی میں کون انھیں سنتا ہے۔

کانگریس سیاسی نفاق اور ہندتو تہذیبی جارحیت کا رویہ اور معاملہ مسلمانوں کے ساتھ نہایت سلبی رہا۔ سیاسی نفاق کا انجام فریب دہی ہے، اور جارحیت کا انجام تباہی اورنسل کشی۔ سیاسی نفاق ووٹ بٹورنے کے لئے مسلم اقلیت کی وابستگی کو پسند کرتی رہی اور جارحیت ان سے پلہ جھاڑ کر ووٹ کو پولا رائزڈ کرتی رہی۔ کل بات کرسی اقتدار کی رہی ایک اقلیت کے سہارے کرسی اقتدار حاصل کرتی رہی اور دوسری اقلیت سے نفرت کے نام پر ووٹ بٹورنے میں کامیاب رہی۔ پبلک کامس یوز دیکھئے سیاست کاری نہ ہوئی بندر نچانا ہوگیا۔

جمہوریت جب ملک وقوم کے بہبود کے لئے ایک سلیکٹڈ نظریہ نہ ہو بلکہ عملاً لولوں، لنگڑوں اور اپاہجوں کے لئے ایک بیساکھی ہوتو پھر پوری قوم لولی لنگڑی ہی ہوجاتی ہے۔ جمہوریت ایک یونیورسل منصفانہ اور مساویانہ نظام ہے لٹی پٹی مظلوم مسکین عوام کو حکمرانی اور حکومت میں شریک کرنے اور مساویانہ حقوق دینے اور حسب صلاحیت معیشت سے لطف اندوز ہونے کا۔ صلاحیتوں کو بڑھانے اور انصاف پانے کا اور بے سہارا مفلوج آہت زدہ سماجی بندھووں کو سہارا دینے کا۔ مگر ہمارے ملک میں جمہوریت کے نام پر جنگل راج ہے۔ جنگل راج میں بھی خصوصاً جارحیت مسلمانوں اور دلتوں کے حصے میں آئی۔ اور جارحیت کا لہو پی کر کرسیوں پر براجمان سارے قانون کے رکھوالے وزراء حکمراں، کلرک ان جی اوز سب کے سب اپنی انرجی صلاحیت اور قلم اس پر صرف کرتے ہیں کہ مسلم اقلیت کو کچلتے رہو کچلتے رہو اور اتنا کچلو کہ ان کا وجود کالعدم ہو جائے اور سمجھ میں نہ آپائے تو صہیونیوں سے آئیڈیئے لےلو اور ان کو مددگار بھی بنالو۔

دستور ہند موجود ہے لیکن موجودہ جارحیت پسند ہندوتو کے لئے وہ ناپسندیدہ ہے۔ اس دستور سے ہمیں پہلے جو کچھ ملا تھا۔ اب اس سے کھلی بغاوت کرکے یا ڈسٹورشن کے ذریعے تمام دستوری حقوق سے محروم کیا جاتا ہے۔ دستور کو بس ہمارے لئے ڈیکورم بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ اگر سیاسی دل پاور ہو منافقت اور جارحیت نہ ہو تو پورے ملک کے لئے دستور بلا استثنا سب سے بہترین رہنما ہے۔ مکمل جمہوریت کی خوبیوں کے ساتھ اور ملک اس سے ترقی پر اسپرٹی اور انصاف کی راہ پر لگ سکتا ہے۔

اس کی راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ سکٹارین ذہنیت ہے اور اس معاملے میں سیاسی

منافقت اور تہذیبی جارحیت دونوں یکساں ہیں۔ دونوں منوسمرتی کے طبقاتی نظام پر عمل پیرا ہیں اوراس کے تحت پچاسی فیصد لوگ دلت ہیں۔ ردی کی ٹوکری میں جانے کے لائق۔ بس ان کو نچلی سطح کے پینڈے تک جینے کھانے کا حق ہے اور کچھ نہیں۔ اس فکری ظلمت کا ہے کوئی علاج۔

ان تمام سیاسی منافقوں، تہذیبی جارحیتوں اور طبقاتی نظام کا سارا ملبہ اولا مسلمانوں پر گرتا ہے ثانیا دلتوں پر اور اس ملبے میں قسم قسم کے زہرا کسپلو زیوٹو کسک ہیں جو اقلیتوں اور دلتوں کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ذرا ان کا شمار کریں۔

● میڈیا: پورے زور قلم ولسان کے ساتھ، تنوع زبان، اپروچ، آئیڈیا، نظریہ، غرور، کذب وزور، تہمت تراشی، گھر تلاشی، ادارہ تلاشی جامہ تلاشی کے ساتھ۔ گودی میڈیا کا زہر ہی اقلیتوں اور دلتوں کو مار دینے، بدنام کرنے، غدار یا بالکل زیرو بنا دینے کے لئے کافی ہے۔ گودی میڈیا نے اندھ بھکتوں، ہندتو پیروکاروں کو یونیورسٹی سے لے کر پرائمری تک۔ .I.A.S سے لے کر .I.P.S تک اور معمولی اہل کار چپراسی سے سیاسی تک، کورٹ سے لے کر کھیت تک، وزارت سے لے کر محنت کشوں تک۔ پروفیسروں سے لے کر چپراسیون تک۔ کسانوں سے لے کر مزدوروں تک، سپریم کورٹ کے ججوں سے لے کر کسی دیہاتی وکیل اور ضلعی جج تک سب کو مخدوش بنا دیا ہے اور نیتاؤں کی بات ہی نہ کریں وہ تو دھرتی کے بوجھ انسانیت کے دشمن، شرافت کے لئے ننگ خون آسام، فسادانگیز لٹیرے ہوتے ہیں۔

گودی میڈیا کا زہر اور گودی میڈیا صرف زہر پھیلاسکتا ہے۔ بالکل نازی ویہودی پروپیگنڈے کے مطابق بھارت میں وبائی بیماری بن چکا ہے۔ جن کی فطرت سلامت ہے صرف وہی ذہن اس زہر سے بچے ہیں اس کی کوئی کاٹ نہیں ہے۔ مسکین لاچار مسلمان بس ہر جگہ ۲۴ گھنٹہ اس کے نتائج بھگتے ہیں اور بھگوائیوں اور ان سے متاثر لوگوں کی نفرتوں کو جھیلتے ہیں، روڈ پر ٹرینوں میں چوراہوں دکانوں، آفسوں، درسگاہوں کورٹ کچہری ہر جگہ وہ مجرم بنا دیئے گئے ہیں اور ڈرے ڈرے شرمائے شرماتے زندگی گذارنے پر مجبور ہیں۔

● تاریخ:

ہندوستان میں ۹۰ھ سے لے کر تقسیم ہند تک، بلکہ آج تک مسلمانوں کی تاریخ کو جرائم کی

کھیتونی بنادیا گیا ہے جب کہ قطب الدین ایبک کے دور سے لے کر ۱۷۰۶ء تک کوئی پانچ سوسال ہندوستان دنیا کا سپر پاور تھا پیس پراسپرٹی،تعلیم،صنعت،عسکریت کے اعتبار سے۔جس بادشاہ کی جس قدر بہترین کارکردگی زیادہ بہتر تھی اسی قدر اس کو بدنام کیا گیا۔اورنگزیب خاص کر بدنام کیا جاتا ہے جب کہ مغل حکمرانوں میں سب سے زیادہ منصف، بہادر، منتظم کار، اقتصادیات پر کنٹرول کرنے والا ماہر، رعایا پرور، اصول کا پابند تھا۔کل جن کے باپ دادا اس کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے تھے آج ان کے اوپر ہندتو کا بھوت چڑھا ہوا ہے اوراس کی قبر تک باقی رہنا پسند نہیں کرتے۔خست کی حد ہے جہالت،خجالت،پستی کی حد ہے۔مردے کے خلاف خم ٹھوکنا بزدلی کی سب سے بڑی دلیل ہے۔آرین نسل میں اب تک اس جیسا ایک پیدا نہیں ہوا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مغل کے پرکھے آرین ہی ہوں۔جس طرح ایران کو آرین نسل کی جائے پیدائش مانا جاتا ہے۔اس کے مطابق تو زیادہ غالب گمان ہے مغل اور آرین ایک ہوں مگر ہندتو کا نشہ جن پر سوار ہے انھیں کسی بھی تاریخی نسلی عملی تہذیبی،حکمرانی،عسکری کسی حقیقت سے واسطہ نہیں ہے۔ان کے نزدیک افسانے گپ میتھ ہی سب کچھ ہیں۔

تاریخ کی یہ بھی حقیقت ہے کہ آرین سے زیادہ مکار تنگ دل سخت گیر انسانیت فروش ایذاء پسند،حملہ آور دنیا کی کوئی قوم نہیں تھی۔انھوں نے اوہام کو الہام مکر کو دین،لوٹ کو عسکریت،ٹھگی کو بنیا گیری،ستم کو قانون کا درجہ دیدیا اور سادھو سنت کی شکل میں جگہ جگہ انسانوں کو ٹھگنے بیٹھ گئے اور ساری مکاریوں کو منوسمرتی کے طبقاتی دینی قانون کو دستوری شکل دے کر جبریہ پولیس کے ذریعہ لوگوں کی جان آبرو شخصیت کے ساتھ کھیلنے لگے۔برہمن،چھتری اور ویش کو چھوڑ جو چند فیصد تھے سب کو کتوں سے بدتر بنادیا اور تین ہزار سالوں سے لے کر اب تک ان کا یہی وحشیانہ کھیل جاری ہے اور اب نیا کھیل پاگئے ہیں ہندتو کا،دنیا کا سب سے بڑا فراڈ۔ہر کمین اس کے سہارے سمجھتا ہے کہ دھرتی پر موجود علم ان کا،تہذیب اور زبان ان کی،سب سے معزز وہی۔اس شیخی نے ان کو ہزاروں سال غلام بنا کے رکھا اور دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل ہوئے۔مکافات عمل تھا اس کا کہ انھوں نے برصغیر کے اصلی باشندوں کی نسل کشی کی اور جو بچے ان کو جانوروں سے کم تر درجہ دیا اور ان کا سب کچھ برباد کردیا۔

ایسی ذہنیت کے لوگ جن کے دل ودماغ صدیوں سے کباڑ گپ اور تزویر سے بھرے ہیں۔ وہ دوسروں کو اپنی طرح کباڑ ہی بنانے کی کوشش کریں گے۔ یہ ہمیشہ انسانون کے ناحق خون کا بوجھ گردن پر لادتے ہیں۔ اسی لئے ہمیشہ رسوا ہوتے ہیں۔ بس ان کو محسوس کرنے کی ضرورت ہے۔ ہندتو کی جارحیت نے مسلمانوں کی تاریخ ہند کو مسترد ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس کی مذمت اور نفی بھی کردی اور مسلمانوں کو حملہ آور، درانداز، گھس پیٹھیا باور کرانے پر لگے ہیں۔ اور یہ قضیہ بناتے ہیں کہ بھارت میں اب مسلمانوں کو کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ ہندوستان میں کسی استحقاق کے بغیر رہتے ہیں ان سے سارے حقوق چھین لینا چاہیے ہندو بن کر رہنا چاہیں تو ان کو یہاں رہنے کا موقع ملنا چاہیے۔ اس تصور بلکہ جبریہ جارحانہ رویے اور سوچ کا اثر مسلمانوں پر کیا ہوسکتا ہے۔ واضح ہے۔

● نصاب تعلیم

نصاب تعلیم میں تاریخ زبان سماجیات میں سارے ہندو میتھ اور گپ بھر دئے گئے، مسلم حکمرانوں کو ولن بنانے اور ہندو حکمرانوں کو عبقری اور جینیس بنانے اور ہر جھوٹ کو صحیح بنانے معمولی کو عظیم بنانے کی ناروا کوششیں۔ یہ کام مکتب سے لے کر یونیورسٹی تک جاری ہے اور ہر اسٹیٹ میں یہ ہوتا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے کی کوشش ہوتی ہے۔ اردو زبان کو ہر جگہ امکانی حد تک نصاب سے دور کرنے کی مسلسل کوشش ہوتی ہے۔

● نظام تعلیم

نظام تعلیم کو بھی ہندو میتھ سے بھر دیا گیا اور مسلمانوں کے لئے تعلیم مشکل تر بنا دیا گیا۔ تعلیم کے لئے اپروول مشکل تر کام۔ پرائمری تعلیم کے لئے تعلیمی شعبے کی سرکاری اتھارٹی سے اسکول چلانے کے لئے اجازت کا حصول، تعلیمی اسباب کے خرچے سے زیادہ ہے محض حکومت کی بدمعاشی اور کارکنان کی رشوت خوری۔ اجازت نہیں ہے اسکول بند۔ اسکول کی بلڈنگوں پر بلڈوزر۔ غریب مسلمان کے لئے سرکاری اور پرائیویٹ معیاری اسکولوں کے دروازے بند۔ اپنے اسکول بے بسی کے شکار۔ مسلم بچوں کو جاہل بنانے کا خطرناک پروگرام۔ مسلم اسکول لسٹم فسٹم

چل رہے ہیں۔ دنیا کے سب سے بڑے فراڈ ہندتو میتھ مسلم اسکولوں پر مسلط کرنے کی پلاننگ۔ اعلیٰ تعلیم، پروفیشنل تعلیم کے لئے مسلمانوں پر دروازے بند۔

● اسپتالوں میں ہڈن موامرت چلتی ہے کہ پرگنینٹ مسلم خواتین کی ڈلیوری کے ٹائم ان کی سزلنگ کی جائے اور بچہ دانی کو ایک دو بچوں سے زیادہ کا متحمل نہ چھوڑا جائے۔ اس وقت اسپتالوں میں اس کی سازش چل رہی ہے۔اور پری مجبور، اسقاط حمل، اور پس مجبور اسقاط حمل کا سلسلہ تو عام ہوگیا ہے جو آخری درجہ کا گھٹیا کرائم ہے۔ابورشن کے نام پر جنین کشی فیشن بن گیا ہے۔ جو سب سے گھٹیا جرم ہے۔

● گئور کھشا کے نام پر لفنگوں کو ایک اجازت مل گئی ہے اور انھیں سرکار اور انتظامیہ کی طرف سے اشارہ بھی ملتا ہے کہ ناحق مسلمانوں کو ماریں، ہجومی تشدد کریں لوٹیں، سب اس کے شکار ہوتے ہیں۔ جنگل راج کا یہ نراج مسلمانوں کے خلاف لاگو۔ ہر گوشت خور اور گوشت فروش مسلم اس تخویف، تھریٹ کی زد پر ہے۔ دوسری طرف گوشت فروش کمپنیاں جن کی اکثریت ہندؤں کی ہے تقریباً ۴ بلین ڈالر سالانہ بیرونی ملکوں کو گوشت سپلائی سے کماتی ہیں۔ یہ گوشت گائے بھینس بکرے بھیڑیے کا ہوتا ہے۔ گئو بھکت گئو شالوں میں گایوں کا چارہ کھا جاتے ہیں۔ قصائیوں کے ہاتھ انھیں بیچ دیتے ہیں اور بہت ہی ناقص غذا، قلت غذا دیکھ ریکھ کے فقدان کے سبب ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتی ہیں۔ گئو شالوں میں سڑتی گلتی رہتی ہیں یہ ہے گایوں کے متعلق ہندتو منافقت، گایوں اور دیگر جانوروں کے گوشت سے جتنا ہندتو بریگیڈ کماتا ہے دیگرے اس کا عشر عشیر نہیں کماتے۔ سارے ہندتو بریگیڈ بذات خود ایسا ڈکلیر کئے ہوئے لاقانونیت اور نراج کی پیداوار تمام راہوں اور شاہراہوں پر یہی دھندا کرتے ہیں۔ گئو کشی کے نام پر جبریہ وصولی، مذابح تک گئو سپلائی، گوشت سپلائی جانور سپلائی۔ حیرت کی بات ہے سڑکوں چوراہوں شہروں کھیتوں میں آوارہ جانوروں کی کثرت تھی۔ یک بیک سب غائب نظر آتے ہیں۔ کہاں گئے؟ کہا یہی جاتا ہے کہ ہندتو بریگیڈ نے اسے بھی اپنی تجارت بنالیا اور ان کو بھی لکوریٹو بزنس بنالیا ان کی سپلائی ہوگئی اور اربوں کی آمدنی ہوگئی بغیر کسی انوسٹ کے سڈن بنا زامال غنیمت۔

ایک طرف جبر ستم دباؤ قتل، معاشی بحران، دوسری طرف ایک ہی شئے مال غنیمت اور

اربوں کی آمدنی کا ذریعہ ہے۔جنگل راج کی کہانی۔کھلی جارحیت، بے شرمی اوراعلانیہ ستم رانی اور زندگی چھین لینے کا پریاس، کیا ایسے رویے کو گئو رکھشا کہیں کہ فقط ایک ٹول مسلمانوں کو تباہ کرنے ڈرانے دھمکانے مارنے اور مسلسل خوف میں رکھنے کا۔

● لو جہاد: لو جہاد کا الزام مسلم نوجوانوں پر لگا۔مگر اس کو الٹ دیا گیا۔اب صورت حال یہ ہے کہ ہندوتو بریگیڈ نے مسلم لڑکیوں کو تاک لیا، خوشحالی، شاندار مستقبل، امن وتحفظ، تخویف وترغیب کے ذریعے مسلم لڑکیوں سے ہندو لڑکوں کا وواہ کروانا ایک مشن بن گیا۔کمزور مسلمان، غربت لالچ اور اسلامی تربیت کا فقدان۔نتیجہ یہ ہے کہ تشویشناک حد تک مسلم لڑکیاں ہندو لڑکوں کے ہاتھ بکتی جارہی ہے دین حیا غیرت کا جنازہ نکل رہا ہے۔جنسی کھنچاؤ کے حربے بھی آزمائے جارہے ہیں۔اسلام میں حیا وعفت کا تصور مسلم لڑکیوں کے ذہنوں سے غائب ہے۔وہ خود کو آزاد سمجھتی ہیں اور ایسا کرنے کا حق رکھنے کی آزادی کا استعمال ہورہا ہے۔اگر کسی ہندو لڑکی کو مسلم لڑکے کے ساتھ انگیج ہونے کی خبر پھیلے تو بھگوا بریگیڈ سڑک پر اتر آتا ہے۔دوسری طرف ان کے یہ کالے کرتوت ہیں۔اس وقت انھیں کسی مسلم گھرانے کی عزت وناموس کی پروانہیں ہوتی۔مسلم معاشرہ کے لئے یہ بہت بڑا سنگین مسئلہ بن گیا ہے لیکن اس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ایسے ان گنت واقعات پورے ملک میں روز رونما ہوتے ہیں۔

● سرسوتی پوجا: تعلیمی اداروں میں یہ کام ہوتا ہے وہاں کام کرنے والے مسلمانوں کو اس کی پوجا پر مجبور کیا جاتا ہے۔

● وندے ماترم: بنکم چٹرجی چندرارائے بہادر (۱۸۲۸۔۱۸۹۴) ایک بنگالی ناول نگار تھا۔برٹش پیٹ۔اس نے ۱۸۸۲ میں بنگال میں ایک ناول لکھی۔''آنند مٹھ'' اس میں اس نے ''وندے ماترم'' نام کا سنسکرت آمیز بنگالی میں نغمہ لکھا جس کے مطابق ہندوستان کی دھرتی گاڈس ہے اور آزادی ہند میں اس دھرتی دیوی کا بڑا رول ہے۔اس گیت کی کوئی دستوری حیثیت نہیں پھر بھی بھگوا بریگیڈ اسے نیشنل انتھم بنائے ہر مسلمان سے جبرا اس سے غلیظ شرکیہ گیت پڑھوانے کے درپے رہتا ہے۔اور جبرا اسے ملک وفاداری اور ملک بے وفائی کا پیمانہ بناتا ہے۔

● بابری مسجد: یہ ایک تاریخی مسجد تھی۔اسے میر باقی نے ۱۵۲۸ میں بنایا تھا۔اندرونی

حصہ میں تین صفیں تھیں اور صحن میں چار صفیں۔ ہر صف میں ۱۲۰ مصلیوں کے لئے جگہ تھی۔ اس کا اوپن ایریا کل چار ایکٹر پر مشتمل تھا۔ ابتدائے تعمیر ۱۵۲۸۔۱۹۴۹ تک معمور تھی۔ ایودھیا میں مغل سلطنت کے قیام سے پہلے مسلمان یہاں آباد تھے۔ مسلمانوں کی اچھی خاصی آبادی تھی۔ اس شہر میں مسلمانوں کی ۳۶ مسجدیں اور ہندوؤں کے ۵۹ منادر تھے۔ باہم ہندو مسلم امن وسکون سے رہتے تھے۔

بابری مسجد کا قضیہ سب سے پہلے انگریزوں نے بگاڑا۔ مسلم ہندو یگانگت کو تباہ کرنے کے لئے ۱۸۵۵ میں اس نے ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی پالیسی اپنائی اس کے تحت استعمار نے ایک بدھسٹ نجومی کو تیار کر کے زائچہ تیار کروایا۔ سیتارسوئی اور جنم استھان کا افسانہ گھڑا۔ زائچہ کے مطابق یہ ثابت کروایا گیا کہ ستیارسوئی اور جنم استھان مسجد سے متصل احاطے میں موجود ہیں۔ اس افسانے کے تحت اس سال ایودھیا کے مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان زبردست تصادم ہوا۔ اور مسجد کو نقصان پہنچا۔ پھر ہندوؤں کے مطالبے اور انگریزوں کے جبر کے تحت بابری مسجد کے احاطے میں ہندوؤں کو ''سیتارسوئی اور جنم استھان'' کے لئے صحن مسجد کے بائیں جانب ۲۱ فٹ لمبی اور ۱۷ فٹ چوڑی جگہ دیدی گئی اب انھوں نے مسجد کے ایریا میں پوجاپاٹ شروع کردی۔ یہیں سے مسجد کے خلاف رام جنم بھومی اور مسجد مندر کا بکھیڑا کھڑا کردیا گیا۔ ۱۸۵۷ کے جہاد آزادی کے موقع پر ہندو مسلم اتحاد ہوا اور اس قضیے کو دفن کردیا گیا مگر اتحاد کے دعاۃ چرن داس اور امیر علی کو انگریزوں نے پھانسی دے دی اور نزاع کو زیادہ پیچیدہ بنادیا گیا۔ اب مسلمانوں کے لئے مسجد کے شمالی دروازے سے داخلے پر پابندی لگادی گئی۔ تاکہ جنوبی دروازے مسلمان مسجد میں داخل ہوں اور وہیں پر موجود ہندوؤں کے پوجاپاٹ میں مداخلت ہو اور باہم لڑائی ہو۔

تقسیم ہند کے بعد ملک میں فسادات کا سیلاب آگیا ۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ رات میں ۵۰ شرانگریزوں نے محراب مسجد میں مورتی رکھ دی۔ اس وقت کے فیض آباد سٹی مجسٹریٹ نے ایودھیا میں دفعہ ۱۴۴ لگادی۔ مسجد اور اس سے ملحق گنج شہیداں کو قرق کر کے مقفل کردیا اور پریہ دت چیرمین کو رسیور بنادیا گیا۔ تعصب دیکھیں مسجد قرق ہوگئی اور ایک ہندو نے خرید لیا۔ کئی سو سال جس مسجد میں عبادت ہوئی اس کا ثبوت مانگا جارہا تھا۔ یہ ہے بھگوا ذہنیت، مسجد نام کی بند تھی ہندو

آزادی سے مسجد میں بت پرستی کرتے تھے۔ کمال ہوگیا۔ بدبختی میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حفظ الرحمٰن اور پنڈت نہرو کی مداخلت کے باوجود مسجد کا مسئلہ حل نہیں ہوا۔ اس وقت کے وزیر اعلیٰ بلبھ پنت نے کسی کی ایک نہ سنی۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا اس وقت اس واقعے پر تبصرہ تھا۔

’’میرے ذہن میں یہ سوال گونج رہا ہے کہ مستقبل میں مسلمانوں کو ایک ملت کی حیثیت سے قبول کیا جائے گا یا نہیں؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ملتا ہے تو بابری مسجد سے بت ہٹا دیئے جائیں گے اور اگر آئندہ چل کر اس کی نفی ہوتی ہے تو انتظار کیجئے دوسری مسجدوں میں بھی اس طرح کے حادثات پیش آسکتے ہیں۔‘‘

برصغیر کے علی الاطلاق سب سے بڑے آدمی کے یہ الفاظ آج مسلمانان ہند کی سیکورٹی بقا اور وجود کے متعلق سو فیصد صحیح ثابت ہورہے ہی۔ آزادی کے معابعد بابری مسجد ایک کسوٹی بن گئی کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حیثیت کیا ہے اور ان کے تحفظ اور بقا کا مسئلہ کتنا ہیتناک ہے۔ اس نے ثابت کر دیا کہ مسلمان بحیثیت ملت یہاں قابل قبول نہیں ہیں۔ ان کا سب کچھ خطرے میں ہے۔ ۷۷ سالوں کے اندر بابری مسجد کے قضیے نے یہ ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کی جان مال دین آبرو مساجد مدارس قبریں سب خطرے میں ہیں اور کچھ سمجھدار ہندوؤں کو چھوڑ کر سارے کے سارے مسلمانوں کو بحیثیت ملت ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ بابری مسجد کا قضیہ یہ طے کرتا ہے کہ ہمارا وجود نا قابل برداشت ہے۔ اسی لئے نت نئے نفرت انگیز نعرے سازشیں، حملے، قانونی بندوبست کے تماشے روز سامنے آتے ہیں۔

۵۱ میں مسجد میں اندر اندر عبادت کی اجات مل جاتی ہے۔ مسجد کے احاطہ میں مندر بن جاتے ہیں ۳۵ سالوں تک بظاہر تالہ بند رہتا ہے اور مکمل طور پر مسجد کو مندر بنا دیا جاتا ہے۔ مسجد کا صرف ڈھانچہ برقرار رہتا ہے۔

۳۵ سالوں سے مقدمہ ہائی کورٹ میں معطل پڑا تھا۔ لیکن یکا یک ۱۹۸۶ء میں ہندوؤں کے مطالبے پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے تالہ کھولنے کا فیصلہ سنا دیا اور آنا فانا تالہ کھل گیا اور بلا روک ٹوک مسجد میں بت پرستی علی الاطلاق ہونے لگی۔ سارا ملک اس سفاکیت اور لاقانونیت پر ششدر رہ گیا۔ ہائی کورٹ منہ تاکتا رہ گیا۔ اہل وطن نے جشن منایا اور اسے ایک فتح قرار دیا۔ اس میں

کانگریس حکومت ملوث تھی۔ پورے ملک میں احتجاج ہوا مگر مسلمانوں کو بہیمانہ طور پر سختی سے کچل دیا گیا۔اب یہ مطالبہ بڑھا کہ مسجد کو مسمار کیا جائے اور مندر وہیں بنے۔اس موقع پر سیاسی منافقت کا شکار کانگریس اور جارحیت پسند بھگوائی دونوں نے انسانیت کا لبادہ اتار کر درندہ بننے کی کوشش کی اور ہندو ووٹ بینک بنانے میں لگ گئے۔ کانگریس نے مندر کے لئے بنیاد رکھ دی۔اس کے بعد مندر کا قضیہ جارحیت پسندوں کے ہاتھ میں آ گیا۔ انھوں نے ملک کے کونے کونے میں ہندو جذبات کو بھڑکایا اور قومی وملکی اتحاد کو پارہ پارہ کردیا۔اس غنڈہ گردی لاقانونیت اور نیشنل سیفٹی تھریٹ کو مقدس کام بنادیا گیا اور پبلک کو اس قدر بھڑکا دیا گیا کہ ۶ ؍دسمبر ۱۹۹۲ کو دن دہاڑے، جذبات سے چارج خونیں بھیڑ نے اسے ڈھایا۔ملک اور بیرون ملک کے جارحیت پسند ہندوؤں نے اسے عظیم فتح قرار دیا اور انصاف پسندوں نے اسے منحوس ترین دن اور جمہوریت کے جنازے کا دن قرار دیا۔اس کام میں سیاسی منافقین اور جارحیت پسندوں کی یکساں طور پر شمولیت تھی۔

ایک مرحلہ ختم ہوا ملک گیر رتھ یاترا کا شیطانی عمل، عالمی ہندو تنظیم کی قیادت، ساری آتنکی بھگوائی شمولیت نے مسجد گرانے کے بعد مندر وہیں بنائیں گے کا نعرہ۔اس کے لئے جھوٹ جبر، تزویر، تھریٹ، قتل خوں ریزی سب روا۔ یہ اہنسا کے دوغلے پن کا کرشمہ تھا۔جیوجبت پر رحم کے منادی راکشش اور شیطان بن گئے۔مسلم لہوان کے لئے کیڑوں مکوڑوں سے سستا۔ بزدل جبر کا مزاج بھی دوگلے پن میں تحلیل ہوجاتا ہے۔بجر بارہا مندر بنانے کی کوشش کی گئی۔راہ میں رکاوٹ تھی قانونی حیثیت۔ایک چیف جسٹس کو پھنسایا گیا اور اندرونی سانٹھ گانٹھ کے ذریعے جبرا باری مسجد کا فیصلہ ہندتو وادیوں کے حق میں ہوگیا، نہ دلیل نہ حجت نہ ثبوت۔بھگوا حکومت اسی لئے بنی تھی کہ بابری مسجد کو ڈھاکر رام جنم بھومی مندر بنائے گی۔ سب ہوگیا۔اس مسجد کے خلاف ۱۸۵۵ سے جو سازش شروع ہوئی تھی پونے دوصدی میں اس کی تکمیل ہوئی۔ دنیا نے درندوں کا ننگا ناچ کورٹ، کچہری، روڈ، قریہ قریہ، شہر شہر، ملک ملک ہر جگہ دیکھا۔سیاسی منافقین اور نظریاتی دہشت گردوں کا بھی دیکھا۔جاہل عوام کو بھی دیکھا۔تعلیم یافتہ کو بھی دیکھا۔ان پونے دوسالوں میں ہر قسم کے بھیڑیئے دیکھے گئے۔ بابری مسجد علامت بن گئی نظریاتی دہشت گردی اور سیاسی

منافقت کی اور ہندوستانی مسلمانوں کی کمزوری عدم تحفظ کا اور عدم تقبل کی۔اس مدت میں پورے ہندوستان میں ہزار ہا ہزار مسلمانوں کا خون بہا۔اکیسویں صدی میں جمہوریت کے نام پر جنگل راج کا تماشا دیکھا گیا۔تنگ نظری کی بدترین خسیس ترین شکل دیکھی گئی۔بابری مسجد کے انہدام اور مندر کی تعمیر نے دنیا کو دکھلا دیا کہ تعصب اور نفرت کرنے والے کیسے ہوتے ہیں اور کتنے گھٹیا ہوتے ہیں۔اور پستی وگراوٹ کیسی ہوتی ہے۔

بابری مسجد کے انہدام کے سانحے کے بعد ہندوستان میں ہر مسجد بابری مسجد بن گئی اور ہر مسلمان بابر بن گیا۔اور ہر ہندتو نظریئے کا حامل جارح۔اس سانحے کے بعد مسلم انڈیا کے بقا وتحفظ کا مسئلہ نہایت گمبھیر ہوگیا ہے۔اس سانحے کے بعد مساجد پر حملہ کرنا ان پر بھگوا جھنڈے لہرنا۔مساجد کے سامنے مسلمانوں کو گالی،اسلام کو گالی دینا ایک عام بات بن گئی۔عبادت گاہیں قوموں کی آخری لکیر ہوتی ہیں۔ان کو پار کرنے کے بعد کچھ نہیں بچتا۔انسان انسان دکھتا ضرور ہے لیکن وہ انسان نہیں رہ جاتا ہے بقیہ کچھ بھی ہوسکتا ہے۔

بابری مسجد کے انہدام کے سانحے کے بعد مجرمانہ سرگرمیاں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ ہر مسجد کے نیچے مندر نظر آنے لگتا ہے اور مسجد کھودنے کا سرکاری انتظام ہونے لگتا ہے۔روز قانون دستور، سماجی انسانی اقدار کی دھجیاں اڑتی ہیں اور بلڈوزر آتنک نے بہت سی مسجدوں کو ڈھا دیا ہے۔

جب کوئی جھوٹا انتہا پسندانہ سفاکانہ نظریہ کسی ملک اور قوم کو یرغمال بنالیتا ہے تو اسے بانجھ بنادیتا ہے اسے لولا لنگڑا بنا کے چھوڑتا ہے۔اس کے ذہن اور شخصیت کی ایسی تخریب کرتا ہے کہ بربادی اس کے لئے مقدر بن جاتی ہے۔

بابری مسجد صرف مسجد نہ تھی وہ ایک تاریخ،تہذیب اور حقیقت تھی۔اس کے انہدام سے سیاست،عدالت،انتظامیہ،لیڈر مذہب کے ٹھیکیدار سب مجروح ہوگئے ہیں۔کسی تاریخ تہذیب حقیقت اور سچائی کا خون اجتماعی سطح پر رائیگاں نہیں جائے گا آج نہیں تو کل تاریخ اپنا فیصلہ سنائے گی۔اس وقت سارے مجرم شرمندہ کھڑے ہوں گے۔

☆☆☆

تحریکیت سے اسلام کی تشویہ، اسلام کی بدنمائی (۳)

تحریکیت نے جس اسلام کی نمائندگی کی ہے اسے بدصورت بناڈالا ہے۔ تحریکیت کی سب سے بڑی شبیہ خارجیت کی بنی اور خارجیت کی تمام شکلیں اس کے اندر موجود۔ جزئی خارجیت سے کلی خارجیت تک، تکفیر ردت اباحت دم سب کچھ، اور بڑے پیمانے پر۔ حکمراں علماء فوج پولیس، انتظامیہ حکمرانوں کے حمایتی لوگ عوام سب کافر مرتد۔ ان سے لڑنا واجب۔ اور ان کو قتل کرنا شرعی فریضہ۔ اس کے قائل سارے تحریکی۔ جن کو عالم اسلام میں کسی جگہ سرگرمی کا موقع ملا انھوں نے پورے مسلم معاشرے کے ساتھ اسی طرح تعامل کیا جیسے کسی کافر کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

تحریکیوں کی پوری ایک صدسالہ تاریخ پر جن کی نظر ہے ان کو اندازہ ہے کہ سارے تحریکی خارجی فکری و عملی ہر طرح دہشت گرد بن چکے ہیں۔ حسن البناء کا قائم کردہ جاسوسی ادارہ ''التنظیم السری'' سے لے کر ابوبکر بغدادی داعش تک دیکھ جائیں، ہر طرف ان کی زبان وقلم سے ٹپکتا ہوا خون نظر آئے گا۔ اور ان کی ثوری قتالی سرگرمیاں تو سارے عالم میں عیاں ہیں۔ کہاں انھوں نے ارہابیت کا ثبوت نہیں دیا۔ افغانستان میں سوویت یونین سے لڑنے کا موقع ان کے پر پرزے نکالنے کا سنہری موقع ملا۔

مصر میں ان کی موامرانہ سرگرمیوں اور دہشت گردانہ حرکتوں سے جب ارباب حکومت کو واقفیت ہوئی اس نے ان کی لگام کسی اور ان کے ساتھ ارھابی رویہ اختیار کیا۔ اصحاب قلم واصحاب لسان قلم کاروں اور خطباء نے مسلمانوں کے اندر ایسی جارحانہ تحریک چلائی کہ ساری دنیا میں مظلوم بن گئے اور ہر دینی طبقے میں انھوں نے اپنی رسائی بنالی اور ان کی ہمدردی بٹور لی۔ لوگوں نے ان کی ساری سرگرمیوں سے دلچسپی لی، لب ولہجہ نیا تھا شاطر تھے لوگوں کے قلوب واذہان کو اسیر کرنا جانتے تھے۔ زبان میں طلاقت، ترشے چہرے۔ لب ولہجے میں زور وقوت۔ کچھ نئی اصطلاحیں اور لفظیات۔ حالات سے ہم آہنگ۔ تنظیم کاری ومنصوبہ بندی۔ اسلوب میں نرالا پن، بھائی چارہ۔ وحدت کا دعویٰ اور حل مشکلات امت کی باتیں۔ خارجیت کو پرکشش فریضہ بنانے کی

ان تھک کوششیں ہوئیں۔اور کامیاب بھی رہیں۔

سارے عالم میں تحریکی اکلوتا اور چہیتا دینی کارکن بن گئے اور میڈیا کے سہارے خود کو یکہ وتاز قرار دے لے گئے۔ نئے مسائل پر نئی سوچ بھی ان کے یہاں تھی اور نیا اپروچ بھی ان کے یہاں تھا۔اس نے دین پسندوں کو اپنی طرف کھینچا اور ایسا منظر نامہ بن گیا جیسے دین بس ان سے قائم ہے اور یہ صرف دین کے لئے ہیں۔میدان کار بھی انھوں نے نئے نئے نکالے، دیگر قومیت پرستی میں ڈوبے پڑے تھے۔ دستور پسندی ضابطہ بندی، تربیتی پروگرام صرف ان کے پاس تھے۔ دیگرے ان سے بے نیاز تھے اور اب بھی بے نیاز ہی ہیں۔ترجیحی دین پسندی اور دین پر عمل پیرائی میں بھی دوسروں سے ممتاز تھے۔یہی چیز دھیرے دھیرے بڑھی اور ہر عالم جاہل تحریکی ''شعوری دین'' کا شیخی نامہ اپنے ساتھ جوڑ بیٹھا۔اور اس میں اضافہ ہوا تو خارجیت کے سارے تعنت تفرد سرکشی شذوذ جارحیت ان کے عادات واطوار کا حصہ بن گئے۔اس سے آگے تنظیمی قیادتیں خلافت راشدہ کا درجہ پا گئیں اور تنظیم سے منسوب ہر فرد سلسلہ خلافت اسلامیہ کا رکن۔ پھر خود پرستی اتنی بڑھی کہ دوسرے جاہلیت کے خدمت گار بن گئے اور یہ اسلامیت کے علم بردار۔

تحریکیوں کے ساتھ خارجیت شروع سے چپکی رہی اور جس تحریکی کی سب سے زیادہ خارجیت پر تحریریں ہیں وہ مودودی ہیں۔ جدید خارجیت کے موسس مودودی اور امام سید قطب ہیں۔ان دونوں کی تفسیریں خاص کر خارجیت کو پرموٹ کرتی ہیں۔ دراصل استعمار ٹھگوں سے تصادم کے دور میں تحریکیت کا وجود ہوا اس دور میں پلی بڑھی۔حکومت استعماریوں کے ہاتھوں میں تھی۔جدید خارجیوں نے ان سے تصادم اور ان کے خلاف انقلاب کی راہ اپنائی۔ان سے حکومت چھین لینے اور اسلامی خلافت یا حکومت الٰہیہ قائم کرنے کے نظریئے میں بڑا چارم تھا۔جدید ذہن کے جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے اس خارجیت یا حکومت الٰہیہ قائم کرنے کے نظریئے میں بڑی کشش تھی۔ جدید ذہن کے جدید تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے اس خارجیت میں بڑی دلکشی تھی۔ اسلامی ذہن رکھنے والے طلبہ پر خارجیوں نے بڑا زور دیا اور وہ ان کی پیدل فوج بن گئے ان کے سوا وہ تمام لوگ جو جدیدیت عصرانیت اور حداثت کا روگ پال چکے تھے دین سے زیادہ کرانیکل میٹر ہی کو دین کے لبادے میں زیادہ اچھا لگتے تھے،انھوں نے بھی تحریکیت کی گود میں پناہ لے لی۔

تحریکیت نے جب سے مسلمانوں کے اندر جنم لیا ہے ان کے اندر تنوع کا سلسلہ برابر جاری رہا۔اس نے یہ وہم پال لیا کہ وہ مستقل امت مسلمہ بن جائے گی اور جوان کا ساتھ نہ دیں گے ان کو یہود کے کردار کا حامل بنا دیں گے۔تنوع کی جہاں تک کہانی ہے۔اس کے اندر جب سے اس تنوع کو درجہ قبول ملا ہے اس نے تاریخ میں موجودہ فرق منحرفہ کے سارے افکار اور رایوں کو اپنا لیا ہے۔لیکن بیس وہی خارجیت ہے اولین خارجیوں کے برعکس یہ اہل سنت ہونے کا ادعا بھی رکھتے ہیں۔مذاہب فقیہ یا مسالک سے چڑ کرتے ہیں اس کی مذمت کرتے ہیں مگر تحریکی اکثریت تقلید کا قائل رہتی ہے۔تصوف کو بھی قبولیت کا درجہ دے رکھا ہے حسن البناء تو اخوانی تحریکیت کو صوفیت اور سلفیت کا آمیزہ قرار دیتے تھے۔تحریکیت میں سنیت لے کر اباحیت اور الحاد تک موجود ہے۔

تحریکیت کو پہلے مکمل احتراز تھا افکار غربیہ سے حسب دعوی۔ بعد میں چل کر قومیت جمہوریت سیکولرزم، مادیت اور رافضیت سب قبول۔تحریکیت خارجیت کی اساس پر قائم ہے اس لئے خارجیت کے سارے جراثیم تحریکیوں کے یہاں موجود ہیں۔ جیسے حدیث کا انکار، صحابہ کا انکار، تاریخ کا انکار، خلفاء وسلاطین سے بغاوت، سطحیت، حقائق کا انکار، اکہری سوچ، غرور علم وزہد، ارہاب، عقائد کے باب میں تعقل پسندی، معتزلہ کے عقائد کے رسیا۔عقائد سلف اور منہج سلف سے نفرت۔

تحریکیت کے اندر رافضیت، عصرانیت، حداثت، تجدد پسندی مادہ پسندی سب داخل ہیں۔ اس لئے اب تحریکیت ساری خرابیوں کا مجموعہ ہے۔تحریکیوں کی تحریروں اور مصنفات میں سارے عیوب داخل ہیں۔تحریکیت نے جب سے عصرانیت حداثت، تجدد سب اختیار کرلیا ہے حتی کہ ممنوع ترین شے جمہوریت سے اسے کد تھی اسے حکومت الہیہ کے قیام کے لئے اصل الاصول مان لیا گیا پھر ساری بدعنوانیاں دھیرے دھیرے اس کے اندر داخل ہوتی گئیں۔المیہ یہی ہے کہ لوگوں کے پاس اخوان اور جماعت اسلامی کے متعلق جو امپریشن ہے وہ بالکل ابتدائی دور کا ہے۔ بعد کے ادوار میں تحریکی فکر وعمل میں جو تبدیلیاں آئی ہیں اسے بس گھا تو سمجھ رکھا ہے۔جبکہ صورت حال یہ ہے کہ تحریکیت کے اندر کثیر تعداد میں رجحانات پیدا ہو گئے ہیں۔تاریخ اسلام میں جس قدر گمراہیاں مسلمانوں کے اندر پیدا ہوئیں وہ سب کی سب ان دونوں تحریکوں میں داخل ہیں۔

تاریخ ادب سیاست، نوازل، تعلیم تربیت، تنظیم، تجارت، تفسیر، عقیدہ، فقہ اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، اقتصادی نظریات، سیرۃ غرض ہر شعبہ علم میں ان کی جگت بندیاں ہیں۔ اقلیات وسماجیات میں تو یہ تحریکی جہالت اور اباحیت تک اتر جاتے ہیں۔ اور ہر موضوع پر حرکیت کا غلاف چڑھاتے ہیں یہ توقیفی دین کو بھی تحریکی کرانیکل بنادیتے ہیں۔ اس طرح نصوص دین اور اوامر دین کو اس درجے میں پہنچادیتے ہیں جس درجے میں انھیں اعتزال، رافضیت اشعریت ماتریدیت اور استشراق نے پہنچادیا ہے۔

تحریکی نوجوانوں کے جو رویے ہیں ان کو بس طنطنے سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ ان کا یہی طنطنہ ان کی پہچان ہے اور یہی ان کی تباہی ہے۔ ان کے اندر فرقہ پرستی اور سیاہ تعصب کی ہر دم بھٹی دہکتی رہتی ہے۔ ان کی یہی فرقہ پرستی ان کو اجڈ، خوش گمان، سازشی پڑھا لکھا جاہل، نفی غیر، اثبات ذات کا عادی بنادیتی ہے۔ قیادت میں اتنا غلو کہ جیسے ہمیشہ ان کے چودہ طبق اس سلسلے میں روشن رہتے ہیں اور انھیں بس مودودی ہی مودودی، بناء ہی بناء قطب قطب ہی دکھتے ہیں۔ وحدۃ الوجودیوں کی طرح انھیں بھی ہر طرف انھیں لوگوں کا جلوہ ہی جلوہ نظر آتا ہے۔ ان نوجوانوں کے غلو پسندانہ انکشاف یا کشف کا یہ حال ہے کہ انھیں نیم خواندہ مودودی ابن تیمیہ سے بڑے نظر آتے ہیں اور بڑا ہونے کی دلیل ایسی کہ ابلیس کو ہنسی آئے۔ مودودی عربی اردو دو زبانیں جانتے تھے اور ابن تیمیہ صرف ایک زبان جانتے تھے۔ جبکہ مودودی کو عربی زبان سے اتنا ہی درک ہے کہ اگر وہ عربی لکھ اور بول سکتے تو جن بھوت چھڑانے کے کام آتی۔

تحریکی نوجوان کا طنطنہ بالکل خارجی طنطنہ ہوتا ہے۔ ساری مخالفتوں کو تہ تیغ لادینے کی آخری حد تک کوشش۔ ایسی ذہنی حالت کہ تحریکیت کی مخالفت کو جارحیت کے ساتھ ختم کردینے کی خواہش۔ اپنے سوا کسی کو نہ ماننے کے لئے ہر دم مورچہ بند۔ اپنی ساری لغزشوں کو فضائل اور عین دین بنانے کی شدید تر کوشش اور خواہش۔ ظاہر ہے ان تمام مساعی سیئہ کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ اسلام کو شخصی پسند، بگڑی شکل میں نمایاں ہونے کا موقع۔ مقامی وعالمی سطح پر جاہلانہ تقریبات، تصادم، خوں ریزی، قتل وغارت گری، دہشت گردانہ افکار ونظریات کی توسیع واشاعت اور اس راہ میں تمام ایسی جہو دو شخصیات کو ملالینا، یا ان کے ساتھ مل جانا جن کی زندگی جارحیت تصادم اور سفاکیت

سے داغ دار ہے۔

تحریکیت کا سفاکیت کا یہ Facade تو ساری دنیا کو معلوم ہے۔طنطنہ باز تحریکی شباب نے سارے عالم میں چن چن کران رموز ورجال کو پسند کیا جنھوں نے انقلاب وبغاوت پرا کسایا انقلاب وبغاوت میں لپت تھے۔مصر میں اس کی پودلگی پھر سارے عالم میں تحریکی سفاکیت کو عروج حاصل ہوا۔انھوں نے مسلمانوں کے کشتوں کے پشتے لگادیئے۔اس بھوگول کا کوئی حصہ نہیں بچا ہوگا جہاں تحریکی سفاکیت کے نقوش نہ ہوں۔تحریکی سفاکیت نے مختلف خطوں میں مختلف نام سے سفاکیت کا مظاہرہ کیا۔تحریکیت کی امہات التنظیم الحرکی جماعت اسلامی اور اخوان کی چھتر چھایہ میں ان گنت تحریکی آؤٹ فٹ وجود میں آئے اور انسانوں کو دھرتی کا بوجھ سمجھا اور گاجر مولی کی طرح انھیں مارنا شروع کیا۔اگراپنے اندر کمی محسوس کی تورافضیت کا سہارا لیا، یاان کوسہارادیا اور انسانی جان مارنے میں پوری طرح خوشی ومسرت حاصل کی۔

تحریکی دہشت گردی مصر میں ۱۹۴۸ سے شروع ہوئی اوراب تک جاری ہے ان کے ساتھ حزب التحریر کی فکری ہم آہنگی بھی ۱۹۵۳ سے جاری ہے اور حکومت الہیہ کے قیام کے لیے ان کی ساری غیر شرعی سرگرمیاں رواں دواں ہیں۔انھوں نے مصر میں چوتھے دہے کے آگے پیچھے مصر کے وزیر اعظم اور وزیر داخلہ کو ماردیا۔مصر میں تحریکیت کے کئی آف شوٹ پیدا ہوئے۔سب سے پہلے ”جماعة التکفیر والھجرة“ نے اپنی رونمائی کی اور شرق اوسط میں کم عقلوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔انھیں لوگوں نے ڈاکٹر حسین ذھبی کا اغوا کیا اوران کو مارا۔خود سید قطب کے حلقہ خاص کی ایک الگ ہی سوچ تھی اور اس سوچ نے ایمن ظواہری، عبدالسلام فرج، ڈاکٹر عبدالرحمٰن مؤسس جماعۃ اسلامیہ کوجنم دیا۔تنہا جماعۃ اسلامیہ کے لوگوں نے مصر میں دس ہزار پولیس کو مارا۔عبدالسلام گروپ نے انور سادات اوران کے ساتھیوں کو مارا۔

افغانستان میں جہاد اور مجاہدین کے نام پر دنیا کے سارے تحریکی دہشت گرد اکٹھا ہوئے ۱۹۸۴ میں عبداللہ عزام اور ۸۵ میں اسامہ بن لادن وہاں پہنچا۔ان لوگوں نے ان گنت تحریکی دہشت گرد بہروپیوں دانشوروں کو اکٹھا کرلیا اور افغانستان کو دہشت گردی کی نرسری بنادیا۔اس نرسری سے بھانت بھانت کے وحشی درندے نکلے اور سارے عالم اسلام کو پھونک ڈالنے کا پلان

بنالیا۔ خود افغانستان میں، پاکستانی تحریکیت نے برہان الدین ربانی، احمد شاہ محمود اور گل بدن حکمت یار کو تحریکیت کا انتساب دیا۔ اوران کو بھرپور کمک پہنچائی۔ ان تینوں تحریکیوں نے اتنی خوں ریزی کی کہ افغانستان پچیس سال امریکی استعمار کے قبضے میں چلا گیا اور لاکھوں مسلمانوں کی خوں ریزی ہوئی۔ دو تو مکافات عمل پا چکے تیسرا راندہ درگاہ بنا گھومتا ہے۔ عالمی دہشت گردی کی نرسری کو افغانستان میں لگانے پروان چڑھانے میں جماعت اسلامی پاکستان نے بڑی محنت کی۔

سوویت یونین کو افغانستان سے نکلنے کا کریڈٹ بھی ان لوگوں نے اپنے نام کرنے کی کوشش کی اور بہت سے لوگوں کو خوش فہمی تھی کہ اسلامی انقلاب کا نیا سورج طلوع ہونے والا ہے۔ حالانکہ اندر ان کی عالمگیر سازش تیار تھی نئی دہشت گردی کی۔ ان کی دہشت گردی طشت از بام ہوگئی اور بہت سے امریکی استعماریوں کے ہاتھوں مارے گئے اور جو بچے سارے عالم اسلام میں یا جہاں ممکن ہوا پھیل گئے اور ہر طرف دھماکوں کا سیلاب آ گیا۔ خود ہندوستان میں سیمی کے دہشت گردوں نے دھماکے کئے اور ان کی حماقتوں سے چالیس ہزار مسلم نوجوانوں کی زندگیاں برباد ہوگئیں۔

ان کے ساتھ رافضیت کی پیوندکاری ہوگئی۔ اس پیوندکاری سے ۹۰ کے دہے اور اکیسویں صدی کے پہلے اور دوسرے دہے میں سارا عالم اسلام اجڑ گیا اور امریکی استعمار کا شکنجہ ہر طرف عالم اسلام میں کسا جا چکا۔ ۹/۱۱ کو تحریکی دہشت گردی کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کے سبب ساری دنیا مسلمانوں کے لئے جیل خانہ بن گئی اور اسلامی فوبیا کی تصنیف ہوئی۔ عراق اور افغانستان میں امریکی یلغار ہوئی اور دونوں ملک اجڑ گئے لاکھوں مارے گئے۔

تحریکی خارجیوں اور رافضیوں کے اشتراک سے پاکستان، افغانستان، ایران، لبنان، شام، عراق، تباہ و برباد ہوگئے۔ اور لاکھوں بے قصور مسلمان مارے گئے۔ یمن پر حوثی دہشت گرد قابض ہوگئے۔ سعودیہ رافضی تحریکی مشترکہ دہشت گردی کا زبردست نشانہ بنا اور آج تک ان کے نشانے پر ہے۔ عرب بہاریہ میں پورا عالم عرب اور افریقہ، انڈونیشیا اور دیگر خطے تحریکی دہشت گردی کے نشانے پر تھے۔ پوری تاریخ اسلام میں تحریکیوں نے جتنا امت کو نقصان پہنچایا کسی نے امت کو اتنا نقصان نہیں پہنچایا۔ سویت یونین ٹوٹنے کے بعد جیسے تحریکی پگلا گئے تھے۔ ہر جگہ ان کی

فکری وعملی دہشت گردی رواں دواں تھی۔سڑک چھاپ تحریکی خارجی دہشت گردوں، دانشوروں کا سیلاب اُمڈ آیا تھا۔

داعش اور اس کے لیڈر ابوبکر بغدادی نے تو دہشت گردی کی انتہا کردی تھی۔ ان کے دہشت گردانہ حملوں نے اسلام اور مسلمان کو اتنا بدنام کیا کہ ساری دنیا مین اسلام کی ہر صحیح یا غلط علامت کو قابل نفریں بنا دیا گیا تھا۔

تحریکی سیانے آج بھی جب اپنی نشست گاہوں پر ریلکس موڈ میں بیٹھتے ہیں۔تو ان تمام دہشت گردیوں اور خوں ریزیوں کے باوجود، تمام تر عالم اسلام کو کھنڈر بنانے کے باوجود ایسی تمکنت کے ساتھ بیٹھتے ہیں جیسے سارے عالم پر ان کی حکمرانی ہے۔ایسی جھوٹی تمکنت کے ساتھ تو ابلیس بھی اپنے تخت پر نہیں بیٹھتا ہوگا۔اس وقت تحریکیت اپنی لغزشوں جہالتوں دہشت گردیوں کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی اور تباہی کا باعث ہے۔اس کے باوجود انھیں غلطیوں کا احساس نہیں ہے۔ نہ شرمندگی ہے۔ انھیں چاہیے کہ اپنی فکر وعمل پر باز دید کریں اور اپنی اصلاح کریں۔ ورنہ یہ رافضیت کا دم چھلہ بنے رہیں گے اور مسلمانوں کے ساتھ فریب ہوتا رہے گا اسلام کی غلط تصویر پیش کرتے رہیں گے۔

ان کا سب سے بڑا تضاد یہ ہے کہ جب سیاسی عمل کی گنجائش نہیں تھی تو جمہوریت اشد حرام شرک فی الجاہلیہ تھی۔اور جب سیاسی عمل کی گنجائش نکلی تو اشد حلال بن گئی۔اس کے بغیر ان کا کھانا نہیں ہضم ہوتا۔ ہر تحریکی سیاسی مخلوق بن گیا اور اس شدت سے سیاسی مخلوق بنا کہ جمہوریت کو خلافت کا درجہ دیدیا گیا۔تونس اور مصر میں ان کا حال دیکھ لیں۔سوڈان میں ترابی نے تحریکیت کے نام پر الحاد کا دروازہ کھول دیا۔مضحکہ خیز بات تو یہ ہے کہ مصر میں مرسی سیکولر حکمراں منتخب ہوئے اور تحریکی دیوانوں نے انھیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد چھٹا خلیفہ قرار دیدیا۔

ان کے بہت سے ایسے دانشور پیدا ہوگئے جو دین کو کھیل بنائے ہوئے تھے۔غزالی، قرضاوی، عبدالرحمٰن عمیر ترابی طہ جابر اور ایک جتھا تھا سیاسیوں کا۔ مصالح پرستوں کا۔ جو مسلمانوں کے لئے مادی طور پر مفید ہر شے کو حلال کے دائرے میں لانے کے لئے بے تاب رہتا تھا۔اباحیت پسندوں کا ایک طبقہ تھا جن کے دفاتر، واشنگٹن، جدہ، دمشق، قاہرہ، کولالپور، کراچی

میں تھے اور ہیں۔ایک طبقہ سیاسیوں کا۔ ہر رو یہ روا رکھنے والے کرسی حکومت تک پہنچنے کے لئے۔ ایک طبقہ اقتصادیوں کا مواقع انتفاع ڈھونڈ نیوالوں کے لئے۔ جب ہر میدان میں ان کی کارکردگی مفید تھی، تو قابل تعریف تھے لیکن افسوس جب سے انھوں نے صرف سلبیات کو پروموٹ کرنا شروع کردیا اودھم بازی کی۔اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کا ذریعہ بن گئے۔ پھر بھی نہ ان کا طنطنہ کم ہوتا ہے۔نہ ان کی دانشوری کا الاؤ بجھتا ہے۔نہ ان کی خوش گمانیوں کے بلبلے پھوٹنا بند کرتے ہیں۔

رافضیت اول دن سے اب تک بہ تسلسل قائم ہے۔اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس کی ریشہ دوانیاں جاری ہیں۔دور مادیت میں ان کی سرگرمیاں،عیاریاں،جھوٹ،نفاق اتنی پرکشش ہیں اور یہ اپنی توانائیاں اور سرگرمیاں اتنی مضبوطی اور تیزی سے پیش کرتے ہیں کہ دین سے دلچسپی رکھنے والے بہت سارے سادہ لوح،منافق،عیار اور ٹھگ ان کا رنگ پکڑتے ہیں اور اہل سنت کی جڑیں کھودنے پر لگ جاتے ہیں۔ایسے بدمعاش اس وقت ہر گلی کوچے میں رافضیت کے زیراثر ہیں اور رافضیت اور رافضیوں کو اپنا ماننے لگ گئے ہیں اور بے خبر مولوی تک ان کی عیاریوں کے سامنے دم ہلاتے پھرتے ہیں۔

لوگ رافضیت اور تحریکیت کی جوڑی کی موامرانہ سرگرمیوں سے بالکل بے خبر لگتے ہیں۔ اس وقت عظمت صحابہ اور سنت رسول کو فہم قرآن کو یہ جوڑی گلی گلی کوچے کوچے میں نشانہ بنائے پھرتی ہے۔اور ایسے لفنگے ہجڑوں کی سی شکل بنائے معمولی شہرت اور دولت کے لئے ان کا ترجمان بنے پھرتے ہیں۔محلوں کے شرپسند،شہرت پسند،کم علم،شیخی باز لونڈوں کو یہ جوڑی پکڑتی ہے اور اہل سنت کے سارے امتیازات تباہ کرتی چلی جاتی ہے۔

بنی امیہ اور آل بیت کو پوزیشن اور اپوزیشن کے روپ میں پیش کیا جاتا ہے جیسا کہ مودودی نے خلافت وملوکیت میں اپنی بے وقوفی کے سبب ایک تباہ کن سوچ دی ہے۔اب اسے رافضی کیش کرتے ہیں اور مودودی کے سیاہ اعمال کی سیاہی میں اضافہ کرتے ہیں۔ پاکستان کا محمد علی مرزا انجینئر اس وقت ایسے لوگوں کے لئے بہت پرکشش بنا ہوا ہے۔اس سے بڑا مجرم اسحٰق جھالوی تھا جو لعنت کا توبڑا لے کر اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔جھالوی انجینئر مرزا کا استاذ ہے اور اس

کے انحرافات کا وارث بنا ہوا ہے۔

حکومت الٰہیہ پر چار ک خلافت کے قیام کو بھول گئے انھیں اس کی جگہ جمہوریت مل گئی لے دے کے ان کے حصہ میں صحابہ کو گالی دینا آتا ہے۔ اس وقت دنیا کے خسیس ترین لوگوں کا کام ہے۔ صحابہ کو برا بھلا کہنا، ان کو باہم لڑتے دکھانا اور ان کی مذمت کرنا۔

تحریکیوں کے اگر سارے کارنامے اسی طرح روشن اور تابناک مان لئے جائیں جس طرح وہ کہتے ہیں پھر بھی چار چیزیں ان کو مضر اسلام اور مضر مسلمین ہونے سے نہیں بچا سکتیں۔

(۱) الوہیت الہ کو اصل الاصول ماننے کے بجائے اسے اصلا حاکم ماننے کا تصور۔ ساری دنیا داری، فساد وتصادم اور اباحیت کا یہی مرجع ہے۔ (۲) احادیث رسول کی بے وقعتی اور رفض وانکار۔ (۳) عظمتِ صحابہ کی پامالی (۴) وحدت کا دنیاوی و مادی تصور

ان چار غلط عقائد وتصورات کے سبب ہر تحریکی مرفوض اسلام اور مسلمانوں کے مضر ہے اور ان کی وجہ سے ہر تحریکی ملعون۔ اور اسلام کو قبیح ترین صورت میں پیش کرنے کا ذریعہ۔

☆☆☆

کتاب الفتن

۲-فتنوں سے پناہ کی طلب

۶-عن زید بن ثابت رضی الله عنه : ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: ”تعوذوا بالله من الفتن ما ظهر منها وما بطن (مسلم ۲۸۶۷،صحیح الجامع ۲۲۶۲،ابن ابی شیبہ ۲۹۱۲۱)

فتنے نوع بہ نوع پیدا ہوتے رہتے ہیں۔وہ بھی جو آزمائش کے لئے ہوتے ہیں اور وہ فتنے بھی ہوتے ہیں جو قتل مکر فریب پر مشتمل ہوتے ہیں۔ڈھکے چھپے فتنوں سے اللہ کی پناہ کا طلب ایک شان دار دعا ہے۔ ہر ایمان شکن جان کش آبرو و مال شکن سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کی جستجو وطلب ایک شاندار دعا ہے۔زندگی میں قدم قدم پر قتل وخوں ریزی اذیت رسانی وسفاکی کے تباہ کن حملے ہوتے ہیں بغض وحسد کی یلغار ہوتی ہے،ایمان عمل علم دین آبرو،رتبہ روزی ہر ایک پر حملے ہوتے ہیں دیکھی ان دیکھی ان گنت شکلیں فتنوں کی ہیں۔ان سے تحفظ اللہ تعالیٰ ہی عطا فرما سکتا ہے۔ اگر ان فتنوں سے انسان کو تحفظ نہ مل سکے تو زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

۷-عن ابن عباس رضی الله عنهما ”أن النبی صلی الله علیه وسلم کان یتعوذ فی دبر صلاته من أربع، یقول: أعوذ بالله من عذاب القبر، وأعوذبالله من عذاب النار، وأعوذ بالله من الفتنة ما ظهر منها، ومابطن، واعوذ بالله من فتنة الاعور الکذاب (مسند احمد)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نمازوں کے بعد چار چیزوں سے پناہ مانگتے تھے کہتے تھے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں عذاب قبر سے اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں عذاب جہنم سے اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں عیاں ونہاں فتنوں سے،اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کانے جھوٹے سے۔

یہاں چار فتنوں سے اللہ کی پناہ کی طلب ہے،اور یہ ایسے فتنے ہیں جو اٹل ہیں اور یہ عذاب

بھی ہین اور امتحان بھی ہیں۔اور ایسے فتنے ہیں جن کا سامنا سب کو کرنا ہے اور چوتھا فتنہ ایسا ہے کہ اس کی ہلاکت ،آفرینی ، دینی ودنیوی تباہ کاری سب سے زیادہ ہے۔ان کی ہلاکت آفرینیوں کا زندگی سے گہرا تعلق ہے، اعمال حیات سے ان کا گہرا تعلق ہے ، انسان سرگرمیوں سے ان کا گہرا تعلق جن کا شعور دینی نہیں ہے وہ ان فتنوں سے بے خبر ہیں۔اور جو ڈھیٹ ہیں مادیت کی اینٹھن ان کے یہاں زیادہ ہیں۔وہ ان سے آگاہ ہوکر نا آگاہ ہیں۔

عذاب قبر برحق ہے اور آخرت کی پہلی منزل ہے،قبر میں انسان کا پڑاؤ منزل حیات سے کہیں طویل ہے۔وہاں انسان نیوٹرل نہیں پڑا رہے گا۔زندگی کی صحیح اور غلط سرگرمیوں کے مطابق برزخ کی زندگی تکلیف دہ ہوگی۔اگر قبر کی زندگی نیوٹرل ہوتو پھر دنیوی زندگی بے معنی ہوگی اور اچھے برے کا انجام بھی کالعدم تصور ہوگا۔انسان دنیا میں جس قدر عمر پاتا ہے اس سے کہیں زیادہ طویل وقفہ اسے قبر میں رہنا پڑے گا۔اگر یہ مان لیا جائے کہ قبر مین اس کی برزخی حیات صفر ہوگی تو حیات دنیا،حیات برزخ اور حیاۃ آخرت کے درمیان انقطاع سے لازم آئے گا اور قبر کی زندگی اللٹپ بے نظم بے اصول قرار پائے گی اور یہ محال ہے۔ برزخ کی زندگی پر دنیوی زندگی کے خیر وشر کا رفلیکشن طے ہے۔قبر کا عذاب کس قدر خطرناک اور ہوش ربا ہے انسان تصور کر کے کانپ جائے۔وہاں نہ کوئی بچانے والا ، نہ بھاگنے کی راہ۔’’من وراء ہم برزخ الی یوم یبعثون‘‘ اگر انسان کو اس حقیقت کا اذعان ہو جائے تو اس کے لئے طے ہو جائے کہ راہ امن فقط اللہ تعالیٰ کی پناہ ہے اسی کی پناہ میں آکر انسان قبر کی عذاب سے بچ سکتا ہے۔عذاب نار کے متعلق قبر کے عذاب کے منکرین کو بھی یقین ہے، عذاب نار سارے مذاہب میں حقیقت ثابتہ ہے۔آخرت کا آخری فیصلہ اشرار کے لئے عذاب نار ہے۔رحمۃ للعالمین کس قدر حساس تھے حقائق کے متعلق کہ انھیں اہم تر وقت میں وظیفہ حیات میں داخل کر دیا۔ان سے تحفظ اور بچاؤ کے لئے ہر روز کم از کم پانچ بار بارگاہ الٰہی میں درخواست گذاری جاتی ہے اور اللہ کی پناہ کی طلب کی جاتی ہے۔

عیاں ونہاں فتن کی حد نہیں ،فتنوں کے سیلاب آتے ہیں، بسااوقات انسان کو ان کے متعلق نہ شعور ہوتا ہے نہ احساس لیکن وہ اپنا کام کر کے چلے جاتے ہیں اور نہ معلوم حیات انسانی کو کتنا تباہ وبرباد کر جاتے ہیں ،اور نہ معلوم کتنا انسان کی حقیقی زندگی کو ڈنٹ دے جاتے ہیں۔فتن سے بچاؤ

کے لئے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر غور کیا جائے زندگی میں واقع پذیر، خلل پذیر ڈھکے چھپے فتنوں سے بچاؤ اور تحفظ پر کتنا زور دیتے ہیں۔

دجال کا فتنہ دنیا کا سب سے بڑا فتنہ، ہر نبی نے اس فتنے کے متعلق اپنی قوم کو آگاہ کیا۔ رسول پاک نے اس فتنے کی ساری تفصیلات سے مسلمانوں اور عام انسانوں کو بھی آگاہ کیا۔

فتنے رنگ رنگ کے ڈھنگ ڈھنگ کے ہوتے ہیں۔ ان تمام فتنوں سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بچاؤ اور تحفظ کا گن سکھلایا۔ فتنے انسانی زندگی کی سرگرمیوں کا بھی حصہ ہیں اور انسانی فکر ونظر کی آزمائش کا بھی حصہ ہیں قبر کا انسانی زندگی سے گہرا ربط ہے۔ اکثر اس ربط کو نظر انداز کیا گیا ہے۔

فتن کی کمی نہیں۔ یہ دور فتن ہے۔ ہر طرف فتنے ہی فتنے پلتے ہیں۔ حضرت ابن عباس کے ہم معنی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

۸-ان البنی صلی الله علیه وسلم کان یتعوذ: اللهم انی اعوذ بک من فتنة النار ومن عذاب النار، واعوذ بک من فتنة القبر واعوذبک من عذاب القبر، واعوذبک من فتنة الغنی، وأعوذبک من فتنة الفقر، واعوذبک من فتنة المسیح الدجال. (بخاری۶۳۷۶، مسلم ۵۸۹ ترمذی ۳۴۹۵ ابوداؤد ۱۵۴۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پناہ کے طالب ہوتے اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں آگ کے فتنے سے اور آگ کے عذاب سے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے فتنے سے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں مالداری کے فتنے سے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں فقر کے فتنے سے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں مسیح دجال سے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس سے مماثل دوسری روایت ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

۹-اللهم انی اعوذبک من الکسل والهرم، والمغرم والماثم، اللهم انی أعوذبک من عذاب النار، وفتنة النار وفتنة القبر، وعذاب القبر، وشر فتنة الغنی، وشر فتنة الفقر، ومن شر فتنة المسیح الدجال، اللهم اغسل خطایای

بمـاء الثلج والبرد، ونق قلبي من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس، وبـاعـد بيـني وبين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب (بخاری ۶۳۷۵ مسلم ۵۸۹)

اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا کاہلی سے بڑھاپے سے، قرض سے گناہ سے، اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں جہنم کے عذاب سے، آگ کے فتنے سے، قبر کے فتنے سے، عذاب قبر سے، مالداری کے فتنے کے شر سے، فقر کے فتنے کے شر سے مسیح دجال کے فتنے کے شر سے۔ اے اللہ میرے گناہوں کو دھودے برف سے اولے سے اور میرے دل کو صاف کردے گناہوں سے جس طرح سفید کپڑے کو صاف کیا جاتا ہے میل سے اور میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنی دوری بنادے جتنی دوری تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان کی ہے۔

فتنے انسان کی زندگی اور زندگی کی سرگرمیوں سے جڑے ہیں۔ دین میں آزمائش کے ناحیے سے بھی اور اس ناحیے سے بھی کہ وہ شر ہوتے ہیں مصیبت اور عذاب ہوتے ہیں گناہ ہوتے ہیں۔

یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہیں جو قربت الٰہی کا باعث ہوتی ہیں۔ اور بہت ساری عادتیں، سرگرمیاں، کمیاں، برائیاں انسان کے دین اخلاق اور شخصیت کے لئے مضر ہوتی ہیں، ان سے بچاؤ اور بارگاہ الٰہی کی پناہ میں آنے کی طلب وخواہش ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دین میں تمام مضر امور سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد حمایت اور توفیق طلب کرتے تھے۔ ان کی مضرت سے بچنے کی دعا کرتے تھے۔ ان سے بچنے کی سب سے محفوظ صورت تھی اللہ تعالیٰ کی پناہ حمایت اور مدد مل جائے۔ کسل انسانی زندگی کا لازمہ ہے۔ کسل کا مطلب ہے کسی کام کرنے کی استطاعت انسان کو ملی ہو لیکن کام نہ کرے سرد بیٹھا رہ جائے کسی نشاط وسرگرمی کا مظاہرہ نہ کرے۔ یہ انتہائی تعطل کی زندگی ہے اور ایک فتنہ ہے انسان کے لئے عیب ہے۔ انسان انتہائی بے ہمت ناکارہ اور بے مصرف ہو جائے اس کی تباہی کے لئے یہی کافی ہے۔ اس سے چھٹکارا ضروری ہے۔ اس سے چھٹکارے کی اہم ترین شکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمایت مدد اور توفیق مانگی جائے کہ وہ کسل کی عادت ختم کردے اور اسے سرگرم ونشیط بنادے۔

رسول کریم نے مذکورہ دعا میں ’’الھرم‘‘ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی۔ یعنی اللہ کی حمایت مل جائے انسان اس سے بچ جائے ’’ھرم‘‘ ایسا بڑھاپا ہے جو عمر کی آخری ابتری کی حالت تک پہنچادے۔ سارے جسمانی قوی جواب دے دیں۔ رسول پاک نے اس استعاذہ اور بچاؤ کی بارگاہ رب میں دعا کی۔ یہ حالت انسان کے لئے بہت سی زحمتوں کا سبب بن جاتی ہے۔ ایسی حالت میں انسان نافہمی کی باتیں کرنے لگتا ہے بسا اوقات جنون کا شکار ہوجاتا ہے حواس مختل ہوجاتے ہیں فکر وفہم جواب دیدیتے ہیں، انسان خود کو سنبھال نہیں سکتا ہے شکل صورت بگڑ جاتی ہے، دینی ذمہ داریاں نبھانے کے قابل نہیں رہ جاتا ہے۔ ہر شے میں کاہلی کا شکار بن جاتا ہے۔ ارزل عمر کا بڑھاپا انسان کے لئے بڑا اذیت ناک ہوتا ہے۔ آج کا غافل انسان شعور و درک سے عاری ان امور کی طرف کہاں توجہ دیتا ہے لیکن نبی رحمت نے اس کا بھی شعور یا اور دعا سکھلائی کہ بڑھاپے کی مجبوریوں سے اور اس کے تعطلات اور مضرات سے بچنے کی دعا کرو۔ اور بڑھاپے کے اس عذاب اور فتنے سے بچو۔

فتنہ (مغرم) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کی چاہت طلبی اور دعا۔ انسان ادھار لے غلط کام کے لئے یا جائز کام کے لئے پھر اسے ادا کرنے سکت کھودے۔ مغرم جان کا جنجال بن جاتا ہے ایسے قرض سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کی طلبی اور چاہت ہونی چاہیے۔ یا مغرم کا مطلب معاصی وذنوب کا انسان اسیر بن جائے۔ ان کی گرفت اس کے اوپر مضبوط اس طرح ہوجائے کہ اسے ان سے چھٹکارا حاصل کرنا ناممکن ہوجائے۔ معاصی وذنوب اس کے اوپر ایسے لدے رہیں جیسے قرض مقروض کے اوپر چڑھا رہتا ہے۔ ظاہر ہے بسا اوقات قرض انسانی زندگی کے لئے وبال ہے۔ اس کی خطرناکی ناآسودہ حالی اور ہلاکت خیزی جامع دین ہی محسوس کرسکتا ہے۔ اور راہ نجات دکھلاسکتا ہے۔

(مآثم) انسان کی زندگی میں گناہ کا ارتکاب ہو ایک مصیبت، اس سے بچاؤ کی تدبیر نہیں دوسری مصیبت، گناہوں کا انبار جمع ہوتا رہے تیسری مصیبت، اور انسان کا مستقبل تباہی کی راہ پر ہو مگر گناہ گار کو اس کا شعور نہ ہو بڑی مصیبت کا اسلام نے توبہ کا اکفار الذنوب کا مغفرت طلبی کا، ان سے بچنے کا طریقہ سکھایا اور اس اہتمام کے ساتھ کہ ہر نماز کے اخیر میں گناہون سے بچنے کے لئے

دعا کا طریقہ سکھلایا،غور کیا جائے نبی رحمت کی انسان کی زندگی کے ہر گوشے میں روشنی بکھیر نے اور تمام تاریکیوں کو زندگی سے نکال دینے کے لئے جامع تعلیمات ہیں۔سب سے بڑا بوجھ گناہوں کا بوجھ ہوتا ہے اور یہ بوجھ ہر کس وناکس کوخود اٹھانا ہے کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ گناہوں کا بوجھ دنیا کا سب سے بڑا بوجھ ہوتا ہے۔قبر کا بھی سب سے بڑا بوجھ ہےاور حشر کا بھی۔

فتنۂ فقراور فتنۂ مالداری بھی نہایت ہلاکت خیز فتنے ہیں۔حالت فقر فتنوں کی سواری بن جاتی ہے۔فقر میں خاص کراس میں انسان زیرو بن جاتا ہے فتنے تباہ کن اور ایمان شکن ہر وقت اس کے دروازے پر دستک دیتے رہتے ہیں۔اس کی مریادامروت ،شرافت صالحیت اور شخصیت کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔فقر کبھی کبھی کشید کفر بن جاتا ہے۔

غنااور تونگری کے فتنے ہزار شکل میں آتے ہیں۔انسان اگر مشرف نہ ہو، بڑکپن سے محروم ہوتو تونگری اپنے ساتھ غرور شیخی اکثر اور فرعونیت لاتی ہےاور ماتحتوں کے لئے زندگی عذاب بن جاتی ہے۔

☆☆☆